"ردّ روافض" پر علامہ عبدالعزیز بن احمد پرہاروی علیہ الرحمہ کے مایۂ ناز مدلل عربی رسالہ

"النّاهية عَنْ طَعْنِ امير المؤمنين معاوية رضی اللہ عنہ" کا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ

بنام

دفاعِ حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از

ترجمہ تخریج وتحشیہ

محمد مصطفیٰ رضا مصباحی

ناشر

(مولانا) نعیم الدین رضوی مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم (الحدیث)

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی پیروی کرو گے راہ پا جاؤ گے

"ردّ روافض" پر علامہ عبد العزیز بن احمد پرہاروی علیہ الرحمہ کے مایۂ ناز مدلل عربی رسالہ "الناهية عن طعن امير المؤمنين معاويه رضی اللہ عنہ" کا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ

بنام

دفاع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ترجمہ تخریج و تحشیہ

محمد مصطفیٰ رضا مصباحی

ناشر

مولانا محمد نعیم الدین رضوی مصباحی اندور (ایم پی)

نام کتاب: الناهية عن طعن امير المؤمنين معاويه رضی اللہ عنہ
مصنف: علامہ عبدالعزیز بن محمد پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم: محمد مصطفیٰ رضا مصباحی
تصحیح و نظر ثانی: مولانا طفیل احمد مصباحی، سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ
پروف ریڈنگ: محمد مصطفیٰ رضا مصباحی، محمد تحسین رضا مصباحی
کمپوزنگ: محمد واجد نواب مصباحی
Mob: 7800969297
اشاعت: بموقع ۲۴۳واں عرس عزیزی و جشن دستار فضیلت ۲۰۱۸ء
تعداد: ۱۱۰۰
صفحات: ۸۰
قیمت:
ناشر: (مولانا) محمد نعیم الدین رضوی مصباحی، اندور (ایم پی)

ملنے کے پتے

(۱)- المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)
(۲)- حافظ ملت اکیڈمی، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)
(۳)- برکاتی کتب خانہ، نزد جامع مسجد، بڑوالی چوکی، اندور (ایم پی)
(۴)- زمزم اکیڈمی، سہارا انڈیا گیسٹ ہاؤس، مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی)
(۵)- حافظ ملت کتاب گھر، دودھی سون بھدر (یوپی)

نوٹ:- کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں: 9770331252-08418052455

مضامین ومشمولات

تہدیہ

الجامعۃُ الاشرفیہ - مبارک پور

جو شیرازِ ہند میں

سلطان التارکین حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کچھوچھوی کے فیضانِ نسبت کا

شاہ کار

مشائخ کچھوچھہ مقدسہ و ساداتِ مارہرہ مطہرہ و علمائے بریلی شریف کی دعا و سرپرستی کا

حامل و امین و مظہر کامل

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، مجدد دین و ملت الشاہ **امام احمد رضا خاں** فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا الشاہ المفتی **محمد امجد علی اعظمی** رضوی رحمۃ اللہ علیہ مؤلف "بہار شریعت"

شہزادۂ اعلیٰ حضور مفتی اعظم ہند علامہ **مصطفےٰ رضا خاں نوری** رحمۃ اللہ علیہ، کی بصیرت و مستقبل شناسی کا

حُسنِ انتخاب

جلالۃ العلم، ابوالفیض حضور **حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث** مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

اور

جملہ اکابر اہل سنت کے نام

جن کے فیوض و برکات سے میں کسی لائق ہو سکا۔

خاک پائے اولیا:

فقیر **محمد مصطفےٰ رضا قادری مصباحی** غفرلہ

متعلم درجۂ فضیلت

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

شرفِ انتساب

پدر بزرگوار محترم المقام حضرت مولانا **نعیم الدین رضوی مصباحی**،

والدۂ محترمہ **افروزہ بی** کے

نام

جن کی شفقت و محبت، محنت و مشقت، مخلصانہ آرزوں، تمناؤں اور دعاؤں نے مجھے علمِ دین جیسی لازوال نعمت سے بہرہ ور ہونے کا موقع فراہم فرمایا۔

و

جملہ اساتذۂ کرام اور مادر علمی **الجامعۃ الاشرفیہ**، مبارک پور کے

نام

جس کے آغوشِ علم و ادب سے ہزاروں لعل و گوہر نے جنم لیے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

گدائے حافظ ملت:

فقیر **محمد مصطفیٰ رضا قادری مصباحی** غفرلہ

متعلم درجۂ فضیلت

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

۱۹؍ ربیع الآخر ۱۴۳۹ھ

مطابق ۷؍ جنوری ۲۰۱۸ء

تقریظ جلیل

ادیب شہیر شیخ الادب حضرت علامہ مولانا **محمد نفیس احمد مصباحی** دام ظلہ العالی
استاذ شعبۂ عربی ادب، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیّہ، والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ، وعلیٰ اٰلہٖ صحبہٖ، المتأدبین بآدابہٖ.

تمام صحابہ کرام صالح، نیک اور عادل ہیں، ان کا تذکرہ بھلائی ہی کے ساتھ کرنا فرض ہے، سب کے سب مغفور اور جنتی ہیں، وہ محشر کے دن بھی گھبراہٹ سے محفوظ رہیں گے۔ کسی صحابی کے ساتھ سوے عقیدت بدمذہبی، گمراہی اور استحقاق جہنم کا سبب ہے، کیوں کہ حدیث نبوی کی روشنی میں یہ خود رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ بغض اور دشمنی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو اختلاف ہوئے ان پڑنا سخت حرام اور کارِ بد انجام ہے، مسلمانوں کو صرف اس پر نگاہ رکھنی چاہیے کہ یہ سب آقاے دو جہاں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جاں نثار اور سچے فرماں بردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ حدید کی آیت ۱۰: میں فتح مکہ سے پہلے اور بعد میں ایمان لانے والے صحابۂ کرام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: "کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی۔" (ان سب سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا۔) تو اس احکم الحاکمین کے وعدے کے بعد اب کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ان کے باہمی مشاجرات اور اختلافات کی تہ میں جا کر ان کی کسی بات پر طعن کرے۔ ان نص قطعی کے مقابل میں تاریخی قصوں اور روایتوں کی کوئی شرعی یا فنّی حیثیت نہیں ہے۔

صحابۂ کے ان احکام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں، وہ مجتہد صحابی تھے، اور مجتہد سے اجتہاد خطا میں خطا بھی صادر ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں مواخذہ

نہیں۔ یہی اہلِ سنت و جماعت کے صاف و شفاف عقیدے ہیں جن سے ہٹنا آخرت کی تباہی و بربادی کو دعوت دینا ہے۔

روافض صحابۂ کرام کے باہمی اختلافات کی کھود کرید میں پڑکر حضرت امیر معاویہ، حضرت ابو سفیان، حضرت عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری وغیرہ کی ذات پر کیچڑ اچھالتے ہیں اور اپنے مزعومہ شیش محل میں بیٹھ کر ان نفوس قدسیہ کے قصرِ آہنی پر پتھر پھینکنے کی بے جا جسارت کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے علمائے اہل سنت اپنی کتابوں میں اس موضوع پر قرآن و حدیث کے ناقابل انکار دلائل کی روشنی میں برابر صحیح اسلامی فکر کی ترجمانی کرتے آئے ہیں۔

انھی علمائے حق میں ایک نمایاں شخصیت حضرت علامہ حافظ عبدالعزیز بن احمد پرہاروی علیہ الرحمہ (متوفیٰ ۱۲۰۹ھ) کی بھی ہے، انھوں نے اس موضوع پر بڑے عالمانہ اور محققانہ انداز میں ایک شاندار کتاب تحریر فرمائی ہے جس کا نام ہے: ''الناھیہ عن طعن أمیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ۔'' یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔ اردو داں طبقے کے استفادہ کے لیے اسے اردو کے قالب میں ڈھالنے کی ضرورت تھی۔

اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے عزیز گرامی مولانا محمد مصطفیٰ رضا مصباحی زید علمہ وفضلہ نے، شستہ اور بامحاورہ اردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے، عزیز موصوف عربی کے درجۂ ثانیہ سے ہی جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اس وقت درجۂ فضیلت میں ہیں، ایک مہینے بعد یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۹ھ/۱۸/ فروری ۲۰۱۸ء کو عرس عزیزی کے مبارک موقع پر انھیں دستار فضیلت سے نوازا جائے گا۔ اسی موقع پر ان کے اس ترجمے کی رسم اجرا بھی ادا ہوگی۔

عزیز موصوف محنتی، دھن کے پکّے، مثبت اور تعمیری فکر رکھنے والے سعادت مند عالم دین ہیں، انھوں نے فضول اور لایعنی کاموں سے خود کو بچاتے ہوئے جامعہ

اشرفیہ کے علمی اور فکری ماحول سے استفادہ کیا اور آج ان کا یہ علمی تحریری کام آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبان بارگاہ کے صدقے میں اسے قبول فرمائے، اور انھیں مزید دینی و علمی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

محمد نفیس احمد
خادم تدریس جامعہ اشرفیہ،
مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی

۲۸/ ربیع الآخرہ ۱۴۳۹ھ
۱۶/ جنوری ۲۰۱۸ء
بروز سہ شنبہ

برائے ایصال ثواب

(۱) مرحوم مولوی وحید الحق صاحب۔ (دادا)
(۲) مرحومہ کبیرن بی۔ (دادی)
(۳) مرحوم محمود عالم (نانا)
(۴) مرحومہ انیسہ بیگم (نانی)
(۵) مرحوم حاجی سلیم صاحب

تاثراتِ گرامی

حضرت مولانا محمد طفیل احمد مصباحی دام ظلہ، سب ایڈیٹر، ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور

معلم کائنات، فخر موجودات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بافیض درس گاہ سے اکتساب فیض کرنے والی مقدس جماعت صحابۂ کرام کے محاسن وکمالات اور فضائل ومناقب سے قرآن وحدیث وکتبِ سیَر وتواریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ دین اسلام کی نشر و اشاعت میں ان کی گراں قدر اور بے لوث خدمات کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آج دنیا کے چپے چپے میں دینِ اسلام کی جو بہار اور شمع دین محمدی کے انوار و تجلیات کا جو ہم مشاہدہ کر رہے ہیں، یہ انھیں صحابۂ کرام کی بے مثال قربانیوں کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔ یہی وہ مبارک گروہ ہے جس نے براہِ راست مشکوٰۃ نبوت سے استفادہ کیا اور آنے والی امتِ مسلمہ کی فلاح وبہبود کا ذریعہ بنا۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے نتیجے میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو ایمانی حلاوت اور روحانی چاشنی نصیب ہوئی، بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے ان سعادتوں کا حصول ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو فرائض وعبادت کا مکلف بنایا ہے اور اس کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول قرار دیا ہے۔ بندہ فرائض وعبادات کی ادائیگی اس لیے کرتا ہے تاکہ اس کا رب اس سے راضی ہو جائے اور بندے کو "رضائے الٰہی" کی دولتِ لازوال حاصل ہو جائے۔ کوئی ضروری نہیں کہ عبادت وریاضت کی ادائیگی کے بعد بندہ رضائے الٰہی جیسے بیش بہا قیمتی سرمایہ حاصل کرنے میں کامیاب ہی ہو جائے۔ یہ تو محض فضل الٰہی اور رحمتِ خداوندی پر موقوف ہے۔ لیکن صحابۂ کرام کی قسمت کی ارجمندی پر قربان جائیے کہ اللہ رب العزت نے اپنی رضا وخوشنودی کی انھیں بشارت دی اور قرآن مقدس میں "رضی اللہ

عنہم و رضوا عنہ" فرما کر ان کی عظمت و رفعت سے اہل جہاں کو آگاہ فرمادیا، تاکہ رضائے الٰہی اور خوشنودی مولیٰ کے متلاشی انسان صحابۂ کرام کے نقش قدم پر چل کر منزل آشنا ہوسکے اور اسے بھی قربِ خداوندی اور رضائے الٰہی کی دولت حاصل ہوسکے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جن نفوسِ قدسیہ سے راضی ہو، بھلا انسان کی کیا مجال کہ ان کی تعظیم و توقیر سے سرِ مو انحراف کرے یا معاذاللہ ان کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کرے۔ صحابۂ کرام سے عقیدت و محبت دین وایمان کی دلیل ہے اور ان سے بغض و نفرت، کفر و نفاق کی علامت ہے۔

صحابۂ کرم رضی اللہ عنہم کی عدالت وثقاہت پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات کریمہ، خصائل حمیدہ، اخلاق فاضلہ اور شمائل حسنہ من کل الوجوہ کمالات نبوت کے آئینہ دار ہیں۔ ان کی اطاعت اور پیروی گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی ہے۔ انھیں پاکباز نفوس کی اتباع امتِ مسلمہ کو ضلالت وگمرہی سے بچا سکتی ہے۔ حدیث پاک: الصحابة كلهم عدول اور: لا تسبوا أصحابي فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مُدّ أحدهم ولا نصيفه. (بخاری شریف) سے صحابۂ کرام کے فضائل ومناقب پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیات و خدمات اور ان کے فضائل و مناقب کے بارے میں بے شمار کتب ورسائل تصنیف کیے گئے ہیں۔ امام العلماء، سلطان الفضلاء، ممتاز المحدثین حضرت علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف نبراس شرح، شرح عقائد نسفی) کی بلند پایہ تصانیف میں "الناهية عن طعن أمير معاويه" اپنے موضوع پر ایک لاجواب اور عمدہ ترین کتاب ہے۔

علمی دنیا میں علامہ عبد العزیز پرہاروی کی ہشت پہلو شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ کے علمی تبحر اور فنی تفوق کا اندازہ اس شخص کو ضرور ہوگا جس نے آپ کی مایۂ ناز عربی کتاب "النبراس" کا مطالعہ کیا ہوگا۔

۲۷۰ر علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھنے والے وقت کے اس جلیل القدر عالم ومحدث نے مختلف موضوعات پر سینکڑوں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ فضل وکمال، جود

ونوال، ذہانت ودانائی اور جودتِ طبع میں اپنی مثال آپ تھے۔ زبردست قوت حافظہ کے مالک تھے اور آپ کا اشہبِ قلم بڑا صبا رفتار واقع ہوا تھا۔ علامہ موصوف کے مختصر احوال وکوائف اور حیات وخدمات کی مختصر جھلکیاں آپ اس کتاب میں ملاحظہ کریں گے۔

زیر نظر کتاب علامہ پرہاروی کے بلند پایہ رسالہ "النّاھیۃ عن طعن أمیر معاویہ" کا اردو ترجمہ ہے۔ راقم الحروف نے اس کا از اوّل تا آخر مطالعہ کیا اور اسے اپنے موضوع پر مفید اور معلومات افزا پایا۔ فاضل مترجم جناب مولانا محمد مصطفیٰ رضا قادری مصباحی دام ظلہ العالی نے رواں دواں اسلوب میں رسالے کا بڑا عمدہ اور وقیع ترجمہ کیا ہے۔ کسی بھی کتاب کے ترجمے کی خوبی یہ ہے کہ اس پر ترجمہ کا وہم نہ گزرے اور اصل کتاب کا گمان ہو۔ ترجمہ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ مطالعہ کریں اور مترجم بلند اقبال کو دعاؤں سے نوازیں۔ عزیزم مولانا **مصطفیٰ رضا مصباحی** جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ایک محنتی اور باصلاحیت طالب علم ہیں۔ زمانۂ طالب علمی میں یہ کاوش فکر ان کے روشن مستقبل کا اشاریہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انھیں جزائے خیر سے نوازے اور ان کے علم وعمل اور عمر واقبال میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

محمد طفیل احمد مصباحی

سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ

۴؍جنوری ۲۰۱۸ء

۱۶؍ربیع الآخر ۱۴۳۹ھ

تقدیم

خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد ناظم علی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہے، "المعتقد المنتقد" میں ہے:

"اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کی عدالت ثابت مان کر انھیں صاف و ستھرا جانا جائے اور ان میں سے کسی کے معصوم ہونے کا دعویٰ کیے بغیر اسی طرح ان کی تعریف و توصیف کی جائے، جس طرح اللہ و رسول نے ان کی تعریف فرمائی۔" (۱)

ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ کسی صحابی کے ساتھ سوے عقیدت بدمذہبی، گمراہی و استحقاقِ جہنم ہے، کہ وہ حضورِ اقدس ﷺ کے ساتھ بغض ہے، ایسا شخص رافضی ہے، اگرچہ چاروں خلفا کو مانے اور اپنے آپ کو سُنّی کہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہم جو واقعات ہوئے، ان میں پڑنا حرام، حرام، سخت حرام ہے، مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب حضرات آقائے دوعالم ﷺ کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں۔

تمام صحابہ کرام اعلیٰ و ادنیٰ (اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں) سب جنتی ہیں، وہ جہنم کی بھنک نہ سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانتی مرادوں میں رہیں گے، محشر کی وہ بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی، فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ یہ ہے وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا، یہ سب مضمون قرآنِ عظیم کا ارشاد ہے۔" (۲)

(۱)- المعتقد المنتقد، ص: ۳۵۷، مترجم

(۲)- بہارِ شریعت: ۱/ ٦٧.

امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرّہ فرماتے ہیں:

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ بابرکت ہے:

"الله الله في أصحابي، لا تتخذوهم غرضاً من بعدي فمن أحبهم فبحبي أحبهم ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن اذاهم فقد اٰذاني ومن اٰذاني فقد اذى الله، ومن اذى الله فيوشك أن يأخذه."

"خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں، انھیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد، جو انھیں دوست رکھتا ہے میری محبت سے انھیں دوست رکھتا ہے، اور جو ان کا دشمن ہے میری عداوت سے ان کا دشمن ہے، جس نے انھیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گرفتار کرلے۔ (یعنی زندہ عذاب وبلا میں ڈال دے) رواہ الترمذی وغیرہ۔"(۱)

امامِ اہلِ سنت فرماتے ہیں:

"ان کے رُتبے ہماری عقل سے وراہیں پھر ہم اُن کے معاملات میں کیا دخل دیں، ان میں جو مشاجرات (صورۃ نزاعات واختلافات) واقع ہوئے ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون؟

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش

رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند (۲)

(تُو خاک نشین گداگر ہے اے حافظ! شور مت کر کہ اپنی سلطنت کے بھید بادشاہ جانتے ہیں)

(ع۔۔ تیرا منہ ہے کہ تُو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں)

حاشا کہ ایک کی طرف داری میں دوسرے کو بُرا کہنے لگیں، یا ان نزاعوں میں ایک فریق کو

(۱)۔جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب فی من سبّ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۸۸۸ دارالفکر بیروت، ۵/ ٤٦٣/ مسند احمد بن حنبل، عن عبد الله بن مغفل المزنی، المکتب الاسلامی بیروت، ۵/ ٥٤ و ٥٧۔۔۔بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹، ص:۳۳۹

(۲)۔دیوانِ حافظ، ردیف شین معجمہ، سب رنگ کتاب گھر دهلی، ص ۲۵۸

دنیا طلب ٹھہرائیں بلکہ بالیقین جانتے ہیں کہ وہ سب مصالح دین کے خواستگار تھے (اسلام و مسلمین کی سربلندی ان کا نصب العین تھی پھر وہ مجتہد بھی تھے، تو) جس کے اجتہاد میں جو بات دینِ الٰہی و شرعِ رسالت پناہی جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اصلح وانسب (زیادہ مصلحت آمیز اور احوالِ مسلمین سے مناسب تر) معلوم ہوئی، اختیار کی، گو اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی۔ لیکن وہ سب حق پر ہیں (اور سب واجب الاحترام) ان کا حال بعینہ ایسا ہے جیسا فروعِ مذہب میں (خود علمائے اہل سنت بلکہ ان کے مجتہدین مثلاً امام اعظم) ابو حنیفہ (امام) شافعی (وغیرہما) کے اختلافات نہ ہرگز ان منازعات کے سبب، ایک دوسرے کو گمراہ فاسق جاننا نہ ان کا دشمن ہوجانا (جس کی تائید مولیٰ علی کے اس قول سے ہوتی ہے کہ: "إخو اننا بغوا علينا."(1)

"یہ سب ہمارے بھائی ہیں کہ ہمارے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔"

مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ سب حضرات آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں، خدا و رسول کی بارگاہوں میں معظم و معزز اور آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے ہیں "أصحابی کالنجوم."(2)

بالجملہ ارشاداتِ خدا ورسول عزّ مجدہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس پاک فرقہ اہل سنّت و جماعت نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کرلیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عدل و ثقہ، تقی، نقی ابرار (خاصانِ پروردگار) ہیں۔ اور ان (مشاجرات و نزاعات کی) تفاصیل پر نظر گمراہ کرنے والی ہے، نظیر اس کی عصمتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والثنا ہے کہ اہلِ حق (اہلِ اسلام، اہل سنت وجماعت) شاہ راہِ عقیدت پر چل کر (منزل) مقصود کو پہنچے۔ اور ارباب (غوایت واہل) باطل تفصیلوں میں خوض (وناحق غور) کر کے مغاک (ضلالت اور) بددینی (کی گمراہیوں) میں جا پڑے کہیں دیکھا "وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى"(3) (کہ اس میں عصیاں اور بظاہر

(1)-السنن الکبریٰ، کتاب قتال اهل البغي، دار صادر بيروت، ۸/ ۱۷۳
(2)-کشف الخفاء، حرف الهمزه مع الصاد، حدیث ۳۸۱، دار الکتب العلمیة بیروت ۱/ ۱۱۸
(3)-القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۱

تعمیل حکم ربانی سے روگردانی کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی جانب کی گئی ہے۔)
کہیں سنا: "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ"(۱) (جس سے ذنب یعنی گناہ و غفران ذنب یعنی بخشش گناہ کی نسبت کا حضور اقدس ﷺ کی جناب والا کی جانب گمان ہوتا ہے)

کبھی موسیٰ (علیہ السلام) و قبطی (قوم فرعون) کا قصہ یاد آیا (کہ آپ نے قبطی کو آمادۂ ظلم پاکر ایک گھونسا مارا اور وہ قبطی قعرِ گور میں پہنچا۔(۲)

کبھی (حضرت) داؤد (علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے ایک اُمتی) اوریاہ کا فسانہ سُن پایا (حالانکہ یہ الزام تھا یہود کا حضرت داؤد علیہ السلام پر، جسے انھوں نے خوب اُچھالا اور زبان زد عوام الناس ہوگیا۔ حتیٰ کہ بربنائے شہرت، بلاتحقیق وتفتیش احوال بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من و عن بیان فرمادیا، جب کہ امام رازی۔(۳) فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل ولغو ہے۔

غرض بے عقل بے دینوں اور بے دین بد عقلوں نے یہ افسانہ سُن پایا تو لگے چوں وچرا کرنے تسلیم وگردن نہادوں کے زینہ سے اُترنے پھر ناراضیٔ خدا اور رسول کے سوا اور بھی کچھ پھل پایا؟ اور (اُلٹا) خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا(۴) (اور تم بے ہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے اور اتباع باطل میں ان کی راہ اختیار کی) نے وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ(۵) (مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اُترا) کا دن دکھایا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ(۶) اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ(۷)

(مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

(۱)-القرآن الکریم ۴۸/ ۲
(۲)-القرآن الکریم ۲۸/ ۱۵
(۳)-مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، تحت الآیۃ ۳۸/ ۲۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۶/ ۱۶۵
(۴)-القرآن الکریم ۹/ ۶۹
(۵)-القرآن الکریم ۳۹/ ۷۱
(۶)-القرآن الکریم ۶/ ۸۰
(۷)-القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۷

کبیرہ گناہوں سے مطلقاً اور گناہِ صغیرہ کے عمداً ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعثِ نفرت ہو اور مخلوق خدا ان کے باعث ان سے دُور بھاگے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززین کی شان و مرتبہ کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں)

اللّٰهم أثبت على الهُدى إنك أنت العلي الأعلىٰ۔ (اے اللہ! ہم تجھ سے ہدایت پر ثابت قدمی مانگتے ہیں، بے شک تُو ہی بلند و برتر ہے)

صحابہ کرام کے باب میں یاد رکھنا چاہیے کہ۔

وہ حضرات رضی اللہ عنہم انبیا نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں، ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہے۔

اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں:

(۱) مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ.

(۲) الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا.(۱)

یعنی ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایمان ہوئے، راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب کہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل تھی۔ اور وہ ہر طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے، انھوں نے اپنے اوپر جیسے جیسے شدید مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال ڈال کر، بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کی نذر کر دیا۔ یہ حضرات مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین ہیں، ان کے مراتب کا کیا پوچھنا۔

دوسرے وہ کہ بعد فتح مکہ ایمان لائے، راہِ مولا میں خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان اہلِ ایمان نے اس اخلاص کا ثبوت جہاد مالی و قتالی سے دیا، جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرتِ تعداد اور جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے، اجر اُن کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان سابقون اوّلون والوں کے درجہ کا نہیں۔

(۱) القرآن الکریم ۱۰/۵۷

نے ان پہلوں کو ان پچھلوں پر تفضیل دی۔

اسی لیے قرآن عظیم

اور پھر فرمایا: كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى.[1] ان سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اجر ملے گا سب ہی کو، محروم کوئی نہ رہے گا۔

اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ.[2] وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں۔ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا.[3] وہ جہنم کی بھنک تک نہ سُنیں گے۔ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ.[4] وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مُرادوں میں رہیں گے۔ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ.[5] قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی۔ تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ. فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ.[6] یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔

اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشادِ الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں۔

رب عزوجل نے اسی آیت حدید میں اس کا منہ بھی بند کر دیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرمادیا: وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ[7] اور اللہ

---

(۱)-القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰
(۲)-القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱
(۳)-القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۲
(۴)-القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۲
(۵)-القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۳
(۶)-القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۳
(۷)-القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

کو خُوب خبر ہے جو تم کرو گے۔

بایں ہمہ اس نے تمھارے اعمال جان کر حکم فرما دیا کہ وہ تم سب سے جنت بے عذاب وکرامات وثواب بے حساب کا وعدہ فرما چکا ہے۔

تواب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے، کیا طعن کرنے والا، اللہ تعالیٰ سے جُدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کُتوں میں سے ایک کُتا ہے۔ (۱)

(احکامِ شریعت وغیرہ)

تنبیہ ضروری

اہلِ سنت کا یہ عقیدہ کہ ونکف عن ذکر الصحابة إلا بخير. (۲) یعنی صحابہ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے، انھیں صحابہ کرام کے حق میں جو ایمان و سنت و اسلام حقیقی پر تادمِ مرگ ثابت قدم رہے اور صحابہ کرام جمہور کے خلاف، اسلامی تعلیمات کے مقابل، اپنی خواہشات کے اتباع میں کوئی نئی راہ نہ نکالی اور وہ بدنصیب کہ اس سعادت سے محروم ہو کر اپنی دکان الگ جما بیٹھے اور اہلِ حق کے مقابل، قتال پر آمادہ ہوگئے۔ وہ ہرگز اس کا مصداق نہیں اس لیے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جنگِ جمل و صفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے، لیکن اہلِ نہروان جو مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق، فجار، طاغی و باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے ساعی و ساتھی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور اُمّت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں۔ (سراج العوارف وغیرہ) (۳)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حضرت امام حسن مجتبیٰ بلکہ حضور سید

(۱)-نسیم الریاض، الباب الثالث، مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الھند ۳/ ۴۳۰

(۲)-شرح عقائد النسفی، دار الاشاعة العربیہ قندھار، افغانستان، ص ۱۱۶

(۳)-فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹، ص:۵۸

عالم ﷺ بلکہ اللہ عزوجل پر طعن کرتا ہے۔ امام اہل سنت

رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اور حضرت امیر معاویہ تو اول ملوکِ اسلام اور سلطنتِ محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں۔ اسی کی طرف توراۃ مقدس میں اشارہ ہے کہ مولدہ بمکۃ ومھاجرہ طیبۃ وملکہ بالشام۔ وہ نبی آخر الزماں ﷺ مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔

(تو امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ ﷺ کی)

وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم الی یوم الدین کو خارج کردیا اور تمہارے کان میں (اللہ کے رسول نے چپ چاپ) کہہ دیا کہ أصحابي سے ہماری مراد اور آیت میں ضمیر "ہم" کے مصداق ان لوگوں کے سوا (اور دوسرے صحابہ) ہیں جو تم ان کے اے خوارج (اور اے روافض) دشمن ہوگئے۔ اور عیاذاً باللہ (انہیں) لعن طعن سے یاد کرنے لگے (اور تم نے) نہ یہ جانا کہ یہ دشمنی، در حقیقت رسول اللہ ﷺ سے دشمنی ہے اور ان کی ایذا اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایذا (اور جہنم کا دائمی عذاب جس کی سزا) مگر اے اللہ! تیری برکت والی رحمت اور ہمیشگی والی عنایت اس پاک فرقہ اہل سنت وجماعت پر، جس نے تیرے محبوب ﷺ کے سب ہم نشینوں اور گلستانِ صحبت کے گل چینوں کو (ہمیشہ ہمیشہ کسی استثنا کے بغیر) نگاہِ تعظیم واجلال (اور نظرِ تکریم وتوقیر) سے دیکھنا اپنا شعار و دثار (اپنی علامت ونشان) کرلیا اور سب کو چرخِ ہدایت کے ستارے اور فلکِ عزت کے سیارے جاننا، عقیدہ کرلیا، ہر فرد بشر ان کا (بار و نیکوکار) سرور عدول واخیار واتقیا وابرار کا سردار (اور امت کے تمام عدل گستر، عدل پرور، نیکوکار، پرہیزگار اور صالح بندوں کے سر کا تاج ہے) تابعین سے لے کر تا قیامتِ امت کا کوئی ولی کیسے ہی پایہ عظیم کو پہنچے، صاحبِ سلسلہ ہو خواہ غیر ان کا، ہرگز ہرگز ان میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ کے رتبہ کو نہیں پہنچتا، اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں، رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ صادق کے مطابق اوروں کا کوہِ اُحد کے برابر سونا ان کے نیم صاع (تقریباً

کلو) جو کے برابر نہیں۔[1] جو قُربِ خدا انہیں حاصل دوسرے کو میسر نہیں۔ اور جو درجاتِ عالیہ یہ پائیں گے غیر کو ہاتھ نہ آئیں گے۔ (اہل سنت کے خواص تو خواص، عوام تک) ان سب کو بالاجمال (کہ کوئی فرد ان کا شمول سے نہ رہ جائے، از اوّل تا آخر) پرلے درجے کا برّ و تقی (نیکوکار متقی) جانتے اور تفاصیلِ احوال (کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا، اس) پر نظر حرام مانتے (ہیں) جو فعل (ان حضرات صحابہ کرام میں سے) کسی کا اگر ایسا منقول بھی ہوا جو نظرِ قاصر (و نگاہ کوتاہ بیں) میں ان کی شان سے قدرے گرا ہوا ٹھہرے (اور کسی کوتاہ نظر کو اس میں حرف زنی کی گنجائش ملے) اسے محملِ حسن پر اتارتے ہیں۔ (اور اسے ان کے خلوصِ قلب و حسنِ نیت پر محمول کرتے ہیں) اور اللہ کا سچا قول: رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.[2] سُن کر آئینہ دل میں زنگ تفتیش کو جگہ نہیں دیتے۔ (اور تحقیق احوال واقعی کے نام کا میل کچیل، دل کے آئینے پر چڑھنے نہیں دیتے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرما چکے:

إذا ذكر أصحابي فأمسكوا۔[3]

جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو باز رہو۔"[4]

"المستند المعتمد" میں مزید فرماتے ہیں:

" واقعہ تحکیم کے بعد حضرت امیر معاویہ کی خلافت راست آئی، رہا اہلِ حق کے نزدیک تو ان کے لیے خلافت کا راست آنا اس دن سے ہوا جب سیدنا حسن مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ جدہ الکریم وأبیہ وعلیہ وعلیٰ أمہ وأخیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ سے صلح فرمائی اور وہ صلح جلیل و جمیل

---

(۱)-صحیح البخاری، مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۵۱۸ • صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب تحریم سب الصحابة، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/ ۳۱۰ • سنن ابن ماجة، فضل اہلِ بدر، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۱۵ • سنن ابی داود کتاب السنة باب فی النهی عن سب اصحاب رسول اللہ، آفتاب عالم پریس لاہور، ۲/ ۲۸٤

(۲)-القرآن الکریم ۹/ ۱۰۰

(۳)-المعجم الکبیر، حدیث ۱٤۲۷، المکتبة الفیصلیة بیروت، ۲/ ۹٦

(۴)-فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹، ص:۵۸

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں صحابہ کرام کے فضائل و کمالات، ان پر لعن وطعن کی ممانعت، ان کے باہمی اختلافات کے ذکر اور مسلمانوں کا ذکرِ خیر وغیرہ کے عنوان پر محققانہ گفتگو فرمائی اور اس موضوع سے متعلق گوشوں کو روشن و مبرہن فرمایا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حسنِ عقیدت رکھنے، اور سوے عقیدت سے سخت احتراز واجتناب کا حکم فرمایا ہے۔

آج کے حالات کے پیشِ نظر اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ اس کتاب کے علمی و تحقیقی مضمون کو منصّۂ شہود پر لایا جائے، صحابۂ کرام کی شان رفیع میں دریدہ دہنی کرنے والوں کا سخت علمی محاسبہ کیا جائے، ان کی مطلق العنانی کی سخت گرفت کی جائے، ان کے خوابوں کا شیش محل چکنا چور کیا جائے، ان کی ناپاک آرزؤں کو خاک میں ملایا جائے، چنانچہ اس کتاب کے افادہ کو عام و تام کرنے اور صحابۂ کرام کی عدالت و پاکیزگی کو واشگاف کرنے کے لیے جامعہ اشرفیہ کے درجۂ فضیلت کے گراں قدر فاضل سعید جناب مولانا محمد مصطفیٰ رضا مصباحی نے حالات کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اس کی اشاعت کو ضروری سمجھتے ہوئے عربی زبان سے سلیس اردو میں منتقل کیا ہے۔ مولا عزوجل ان کی اس قلمی کاوش کو قبولِ خاص وعام بخشے، مزید قلمی خدمات کی توفیقِ رفیق بخشے، ان کا مستقبل روشن و تابناک بنائے، مذہب اسلام کا سر بلند کرنے اور دشمنانِ اسلام کا سر قلم کرنے اور نت نئے فتنوں کی بیخ کنی کرنے کا ذوقِ حسن بخشے اور دارین میں انھیں اس کا بہترین صلہ بخشے۔ آمین بجاہ النبی الرؤف الرحیم علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

محمد ناظم علی مصباحی

خادم جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

شبِ دوشنبہ

۲۰؍ ربیع الآخر ۱۴۳۹ھ

۸؍ جنوری ۲۰۱۸ء

عرضِ مترجم

محمد مصطفیٰ رضا مصباحی، متعلّم درجۂ فضیلت، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ کما حمدہ الأنبیاء والمرسلون والصّلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد ﷺ عدد ماذکرك الذاکرون وغفل عن ذکرك الغافلون وعلیٰ آلہ وأصحابہ الذین ھم الطیبون والطاھرون.

مختلف ادوار میں کچھ ایسے گروہ بھی مسلمانوں میں سے ظاہر ہوئے جو اسلام کی راہِ اعتدال سے اتنا دور ہوگئے کہ اسلام کی بات کرنے، اسلامی عبادات انجام دینے اور اسلامی شکل وصورت اختیار کرنے کے باوجود اسلام سے خارج تصور کیے گئے۔ انھیں میں سے ایک طبقہ ''روافض'' کا ہے۔ یہ گروہ عہد علوی میں ظاہر ہوا، یہ طبقہ اپنی بدبختی اور گمرہی میں اس حد کو پہنچا ہوا ہے کہ اس کے نزدیک تمام طاعات اور اعمال میں سب سے افضل عمل، سلفِ صالحین یعنی خلفائے ثلاثہ کو سبّ وشتم کرنا بلکہ انھیں کافر تک گردانتا ہے۔

آج مسلم معاشرے میں جہاں دیوبندیت، وہابیت، غیر مقلدیت اور اہل حدیث وغیرہ فرق باطلہ اپنی تمام ترفریب کاریوں اور ناپاک سازشوں سے امّت مسلمہ کے سادہ لوح قلوب کو اپنے رنگ میں رنگتے جا رہے ہیں، وہیں ایک طبقہ وہ ہے جو اصحاب محبوب کبریا ﷺ کے خلاف بدباطن اعتقادات اور ان کی تضلیل وتکفیر پر ایک کثیر امت کو لا کھڑا کرنے پر آمادہ ہے۔ یہ گروہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سخت مخالف ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں افراط کے باعث ان کے مناقب میں بعض من گڑھت ور موضوع احادیث بیان کرکے ان کی شان کے بالمقابل دیگر صحابۂ کرام کو ہیچ قرار دیتا ہے اور امّت کو راہِ اعتدال سے منحرف کرکے گمراہی اور کفر کے قعرِ عمیق میں ڈھکیل کر خلود فی النار کا مستوجب بناتا ہے۔

راقم نے خود معاشرہ میں یہ وبا عام ہوتے دیکھی ہے، علم اور نورِ ایمان سے خالی مفسد عناصر کو اس سمندر میں ہاتھ پاؤں مارتے مشاہدہ کیا اور بعض سے بغرضِ اصلاحِ مفاسد وافہام وتفہیم

بحث ومباحثہ بھی کیا، لیکن یہ قوم اپنی سرکشی اور عنادِ صحابہ کے باعث آیات کریمہ وآثار سلیمہ سے اپنی آنکھوں پر پردہ اور کانوں میں انگلیاں ڈالتی نظر آتی ہے اور فہم قرآن وحدیث اور تاویلات وتشبیہات سے یکسر محروم ہے۔ یہ دیکھ کر راقم کے دل میں اس فکر نے جنم لیا کہ جدید تعلیم وذہنیت کے حامل افراد اور علم وآگہی سے نابلد اشخاص کے سامنے انکشاف حق کی خاطر کوئی عام فہم رسالہ ترتیب دوں، لیکن کم علمی اور دورِ طالب علمی کے سبب ایسا ممکن نہ ہوسکا۔ ویسے ہمارے اسلاف کرام نے احقاقِ حق وابطال باطل کا کوئی ایسا میدان نہ چھوڑا، جس میں انھوں نے قدم نہ رکھا ہو، تو بھلا اس ناچیز کے بس کی کوئی راہ کیسے ہوسکتی تھی۔

ادھر گزشتہ چند برسوں سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فارغ التحصیل شاہین صفت طلبہ کا یہ جذبۂ ذوق وشوق رہا ہے کہ وہ اپنی علمی وقلمی صلاحیتوں کو بصورت کتاب دستارِ فضیلت وافتا کے پُر مسرت موقع پر منظرِ عام پر لانے میں سرگرم عمل رہتے ہیں، راقم کا بھی یہ دیرینہ شوق تھا اور اس کی فکر بھی دامنگیر تھی، انتخاب موضوع کا مسئلہ درپیش تھا کہ حسنِ اتفاق سے ناچیز کو علامہ عبد العزیز بن احمد پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عربی رسالہ بنام "الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية رضی اللہ عنہ" ہاتھ لگا، مطالعہ کر کے بڑی مسرت ہوئی اور سارے مسائل حل بھی ہو گئے، پھر کیا تھا حضور خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی (سابق صدر المدرسین وموجودہ ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور) سے اجازت طلب کر کے ترجمہ وتخریج کا کام شروع کر دیا، دورانِ ترجمہ میں نے اپنے استاد شیخ الادب حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی (استاذ شعبۂ عربی ادب جامعہ اشرفیہ، مبارک پور) سے مشکل وپیچیدہ مقامات پر اکتسابِ فیض کیا، استاذِ موصوف نے بعض احادیث کے ترجمے، تفہیم توضیح اور خصوصًا اشعار وغیرہ کے تراجم میں میری رہنمائی فرمائی اور تقریظ جلیل سے نواز کر اس حقیر کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔ ترجمہ کی بنسبت تخریج کا کام زیادہ وقت طلب تھا، لیکن بفضلہٖ تعالیٰ گزشتہ چند ماہ کی مدّت میں یہ امرِ مہّم بھی پایۂ تکمیل کو پہنچا، ترجمہ حتی الوسع واضح اور مطلب خیز کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاہم خطا کا امکان بہت ہے۔ اہلِ علم کی بارگاہ میں مؤدبانہ عرض ہے کہ بصورتِ تنقید ہی سہی، خامی ونقائص پر مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔

اب میں اپنے ان تمام مشفقین ومخلصین کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں جنھوں

نے اس کارِ خیر میں میرا کسی طرح بھی تعاون کیا ہے۔ خصوصاً حضرت مولانا طفیل احمد مصباحی (سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ) کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے اپنی شب وروز کی مصروفیات میں سے کچھ وقت نکال کر اس رسالہ کی تصحیح ونظرِ ثانی میں صَرف کیا اور مفید مشوروں سے نواز کر تاثر گرامی بھی پیش فرمایا۔ اور بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ استاذی المکرم حضرت مولانا ناظم علی مصباحی (استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور) کی جناب میں سپاس نامہ پیش کرتا ہوں، آپ نے ایک عمدہ اور وقیع مقدمہ تحریر فرماکر اس مُترجَم رسالہ کی اہمیت دوبالا کردی۔

بڑی ناحق شناسی ہوگی، اگر میں اس موقع پر عزیزم مولانا تحسین رضا مصباحی (متعلم درجۂ سابعہ - فضیلت سال اول) کو فراموش کر بیٹھوں، جنھوں نے کتاب کی کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور طباعت کے تمام مراحل میں قدم قدم پر میرا ساتھ دیا، موصوف نے بڑی دل چسپی، دل جوئی، دیانت داری اور محنت ومشقت سے اس کارِ خیر میں بھرپور ساتھ دیا اور مسلسل مفید مشوروں سے بھی نوازتے رہے۔ اخیر میں جناب محمد شہزاد احمد اور برادرِ کبیر حافظ مولوی محمد رضا قادری کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں جنھوں نے حقیقی اخوت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے اس کی طباعت کے عظیم کام میں حصہ لیا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کے علم وعمل اور عمر واقبال میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ حبیبہ المرسلین۔

محمد مصطفیٰ رضا قادری مصباحی عفی عنہ
متعلم درجۂ فضیلت
الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ
مقام اندور (ایم، پی)
Mob: 07869255398
8418052455
E-mail:
mdmustafarazamisbahi@gmail.com

۱۷/ جنوری ۲۰۱۸ء
۲۹/ ربیع الآخر ۱۴۳۹ھ

مختصر تعارف مصنّف

حضرت علامہ مولانا عبد العزیز پرہاروی قدس سرّہٗ

علامۃ الوریٰ حامل لواء شریعت مولانا الحافظ عبد العزیز بن احمد بن حامد تقریباً ۱۲۰۹ھ/۹۴-۱۷۹۳ء میں ایک چھوٹی سی بستی پرہار مضافات کوٹ ادّو (مظفر گڑھ) میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید والد ماجد سے حفظ کیا پھر ملتان تشریف لائے اور حضرت خواجہ حافظ محمد جمال چشتی ملتانی (خلیفۂ مجاز حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ عنہ) سے علوم و فنون کا استفادہ کیا۔ دورانِ تعلیم دروازہ بند کرکے مصروف مطالعہ تھے کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ آپ نے فرمایا میں مطالعہ میں مصروف ہوں مجھے فرصت نہیں ہے۔ آنے والے نے کہا میں خضر ہوں، آپ نے فرمایا اگر آپ خضر علیہ السلام ہیں تو دروازہ کھولے بغیر بھی تشریف لانے پر قدرت رکھتے ہیں، چناں چہ حضرت خضر علیہ السلام اندر تشریف لے آئے اور آپ کے کندھوں کے درمیان دستِ اقدس رکھا، اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل سے آپ کا سینہ علم و فضل اور روحانیت کا سمندر بن گیا۔[1]

آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ۲۷۰ علوم میں مہارتِ کاملہ عطا فرمائی ہے۔ جب کہ دوسروں کو کسی طور پر اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہوا، یہ سب کچھ عطائے ربانی ہے۔ آپ کے بیان کے مطابق انگریزوں کو علمِ اسطرنومیا کا بے حد اشتیاق تھا لیکن تلاشِ بسیار کے باوجود انھیں یہ علم پڑھانے والا کوئی نہ مل سکا جب کہ آپ نے اس علم میں جلیل القدر کتاب تصنیف فرمائی تھی۔ آپ کے الفاظ میں "یتحیّر فیه ابرخوس و یذعن لبراهینه بطلیموس." (ابرخوس بھی اس کتاب کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتا اور بطلیموس اس کے

(۱) الیواقیت المہریہ، ص: ۱۵۱

دلائل کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا)[1]

حضرت علامہ، ظاہری اور باطنی علوم میں یگانۂ روزگار تھے، علم و فضل کی بدولت اغنیا اور اہل دنیا کو خاطر میں نہ لاتے جب کہ فقرا و مساکین کا علاج مفت کرتے، ایک مرتبہ مظفر خاں والی ملتان نے آپ کو علاج کے لیے طلب کیا تو آپ نے سختی سے انکار کر دیا۔[2]

علامہ کا اشہبِ قلم نہایت تیز رفتار تھا، کتاب زلیخا دو جزسے کم پوری کتاب ایک دن میں لکھ ڈالی تھی۔ آپ نے تقریباً ہر فن میں بلند پایہ کتابیں لکھیں، لیکن ابھی تک اکثر و بیشتر کتب زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکیں، تاہم چند تصانیف کے اسما یہ ہیں:

(۱) نبراس، شرح، شرح عقائد (۲) السر المکتوم ما أخفاہ المتقدمون (علم اوفاق و تکسیر کے بیان میں) (۳) کوثر النبی، اصول حدیث میں (۴) الناھیہ عن ذم معاویہ، (فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) (۵) نعم الوجیز، (علم بیان اور بدیع میں) (۶) الصمصام، (اصول تفسیر میں) (۷) مرام الکلام فی عقائد الاسلام (۸) زمردِ خضر (۱۰) یاقوت احمر (۱۰) اکسیر، (علم طب میں) (۱۱) سر السماء (علم ہیئت میں) (۱۲) لوح محفوظ، دو جلد تفسیر عربی۔

قارئین کے لیے یہ امر باعثِ افسوس ہوگا کہ علم و فضل کا یہ آفتاب صرف تیس بتیس سال کی عمر میں ۱۲۳۹ھ میں روپوش ہو گیا۔[3]

کاش تاریخ کا کوئی محقق اس نادرِ روزگار شخصیت پر ریسرچ کرتا اور ان کی جلالت علمی کو آشکار کرتا تو بڑے بڑے اسکالر ان کے سامنے بونے نظر آتے۔ ان الفاظ سے کسی کی تنقیص مقصود نہیں بلکہ اہل تحقیق کی توجہ اس فاضل اجل کی طرف مبذول کرانا مقصود ہے جو تحقیق و تدقیق میں متقدمین اہل فن سے کہیں آگے نظر آتا ہے۔

---

(۱) کوثر النبی، ج:۱، ص:۱۰۵، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ، ملتان
(۲) الیواقیت، ص:۱۵۲
(۳) برخوردار ملتانی، حاشیہ نبراس، ص:۳، مطبوعہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہم حسن اعتقاد اور نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ کے اہل وعیال اور صحابۂ کرام کی میانہ روی والی محبت پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کے تمام اصحاب پر سلامتی پہنچائے۔

عرض ہے کہ اے میرے عزیزو! امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی طعن وتشنیع سے بچو اور نجات پانے والی، بلند رتبہ والی اور اللہ کی بارگاہ میں راضی شدہ جماعت کی پیروی کرو، اور دین میں غلو کرنے سرکش اور دین کی بنیاد کو محو کردینے والے فرقہ سے قطع تعلق کرلو۔ اور عبد العزیز بن احمد بن حامد (رسالۂ ناہیہ کے مصنف) کے لیے کامیابی کی دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کی تصنیفات میں برکت عطا فرمائے اور ہر حاسد سے ان کی تصنیفات کی حفاظت فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیوب ونقائض سے پاک ومنزہ ہے، وہی مددگار اور وہی اوّل وآخر ہے۔ یہ کتاب چند فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل

صحابۂ کرام کی فضیلت کے بیان میں

قرآنی دلیل:۔قرآن مقدس میں ارشاد ربانی ہے: "لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى." (۱)

اس آیت مقدسہ کے مفہوم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام صحابۂ کرام خواہ انھوں نے

(۱) الحدید: ۲۷

فتح مکہ سے قبل انفاق اور قتال فی سبیل اللہ کا عمل انجام دیا ہو یا بعد میں، سب کے لیے جنت کی بشارت ہے۔

صحابۂ کرام کی فضیلت میں چند احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں

حدیث نمبر(۱):- ابن حزم نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے: میری امت کا سب سے خیر والا زمانہ میرا زمانہ ہے پھر (ان لوگوں کا جو میرے زمانے سے ملے ہیں) میرے بعد والوں کا زمانہ اس کے بعد ان کے بعد والوں کا زمانہ سب سے بہتر ہے۔ (۱)

حدیث نمبر(۲):- حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: جہنم کی آگ ایسے مسلمانوں کو نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا ہو یا ایسے شخص کو دیکھا ہو جس نے میرا دیدار کیا ہو۔ (۲)

حدیث نمبر(۳):- حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں: خوش خبری ہے اس شخص کو جس نے میرا دیدار کیا اور اسے بھی جس نے میرا دیدار کرنے والوں کو دیکھا۔ اس حدیث کو عبد بن حمید اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر(۴):- حضرت عبداللہ بن یسیر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کیا: خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس نے میرا دیدار کیا اور مجھ پر ایمان لایا اور خوش خبری ہے اس شخص کو بھی جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان بھی لایا ان تمام کو خوش خبری ہے اور بہترین جائے رجوع۔ اس حدیث کی روایت امام طبرانی اور حاکم نے کی ہے۔

حدیث نمبر(۵):- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں میرے صحابہ کی حیثیت بالکل ایسے ہی ہے جیسے کھانے میں نمک کی ہوا کرتی ہے کہ کھانا نمک کی بدولت ہی خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ (۳)

---

(۱)صحيح البخاري، ب: فضائل اصحاب النبي، ج: ۱. ص: ۵۱۵

(۲)سنن الترمذی، ب: ما جاء فی فضل من رأى النبي صلى الله عليه وسلم و صحبه، ج: ۲، ص: ۲۲٦

(۳)شرح السنة: ج: ۱٤، ص: ۵۱٦.

حدیث نمبر(٦):- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوعًا مروی ہے: "میرا کوئی بھی صحابی کسی بھی جگہ وفات پائے قیامت کے دن وہ لوگوں کے لیے قائد اور نور بنا کر مبعوث کیا جائے گا۔"

حدیث نمبر(٧):- ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ہی مرفوعًا روایت ہے: ستارے آسمان کے لیے امن وسکون ہیں تو جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان پر وہ مصیبت آئے گی جس کا اسے وعدہ دیا جاتا ہے اور میں اپنے صحابہ کے لیے امن ہوں تو جب میں گزر جاؤں گا تو ان پر وہ آئے گی جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امن وسکون ہیں تو جب میرے صحابہ گزر جائیں گے تو میری امت پر وہ آزمائش آئیں گی جس کا انھیں وہ وعدہ دیا جاتا ہے۔[1]

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کی اور امام احمد نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے۔

فائدہ:- آسمان سے جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ پھٹ جانا ہے اور صحابۂ کرام سے تشاجر کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ اور امت سے مصائب وآلام اور حاکموں کے ظلم کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

حدیث نمبر(٨):- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت ہے کہ میرے صحابہ کی تعظیم کرو کیوں کہ وہ تم میں سب سے بہتر ہیں۔[2]

حدیث نمبر(٩):- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا یہ حدیث مروی ہے کہ: میں نے اپنے رب سے اپنے بعد صحابہ کے اختلاف کے بارے میں دریافت کیا تو مجھ پر یہ وحی نازل ہوئی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک تمھارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں ان میں کے بعض، بعض سے قوی ہیں اور ہر ایک کے لیے نور ہے، تو جس نے ان کے اختلاف میں جس پر وہ عامل ہیں، کسی چیز پر عمل کیا تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔

---

(١) مسند احمد، اول مسند الکوفیین، فضاءل الصحابہ: ب: بیان أن بقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم أمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم أمان لأصحابہ (٤/ ٣٩٩)، ص: ١٤٣٤ مطبوعہ، بیت الافکار الدولیة.

(٢) المنتخب من مسند عبد بن حمید، جزء: ١، ص: ٣٧.

دوسری فصل

صحابۂ کرام پر لعن وطعن کی ممانعت کے بیان میں

حدیث نمبر (۱):۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ روایت مروی ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے صحابہ کو گالی نہ دو" اس لیے کہ اگر تم میں سے کوئی بھی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تب بھی وہ ان کے ایک مُدّ یا اس کے نصف کو نہیں پہنچ سکتا۔ (۱)

حدیث نمبر (۲):۔ حضرت عبد اللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے بچو تم انھیں نشانہ نہ بناؤ تو جس نے ان سے محبت رکھی تو میری محبت کی وجہ سے رکھی، میں ان سے محبت رکھتا ہوں اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میری دشمنی کی وجہ سے رکھا، میں انھیں ناپسند کرتا ہوں اور جس نے انھیں تکلیف دی تو گویا مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی تو تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی تو قریب ہے کہ وہ اسے گرفت میں لے اور اس سے مواخذہ کرے۔ (۲)

حدیث نمبر (۳):۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً یہ حدیث پاک مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک میری امت میں سب سے شریر وہ لوگ ہیں جو میرے صحابہ پر (سب وشتم کرنے میں) جری ہیں۔"

حدیث نمبر (۴):۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا ارشاد ہے: "جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بولیں تو یہ کہو تمھارے شریروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔" (۳)

---

(۱) صحیح البخاری، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ج:۱، ص:۵۱۸، جزء:۱۴.
(۲) سنن ترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب: فیمن سبّ أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج:۲، ص:۲۲۶.
(۳) سنن ترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب: فیمن سبّ اصحاب

حدیث نمبر(۵):- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میرے صحابہ کو گالی دی تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔"(۱)

حدیث نمبر(۶):- حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "جو دنیا سے کسی صحابی کو گالی دیتے ہوئے کوچ کر گیا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک کیڑا مسلط فرمائے گا جو اس کے گوشت کو کترے گا اور وہ اس کی تکلیف قیامت تک محسوس کرے گا۔"

تیسری فصل

مسلمان کا ذکر خیر ہی کے ساتھ ہونا چاہیے

حدیث نمبر(۱):- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: "مسلمان کو گالی دینا فسق (گناہ) ہے۔"(۲)

حدیث نمبر(۲):- ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: "جو کوئی بھی شخص اپنے بھائی کو کافر کہے تو ان میں سے ایک اس (کفر) کو لے کر لوٹے گا۔"(۳)

حدیث نمبر(۳):- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوعاً مروی ہے: "کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو فسق کا نشانہ نہیں بناتا، اور نہ ہی اسے کافر کہتا ہے، مگر وہ (فسق و کفر) اسی پر لوٹ آتا ہے اگر اس کا ساتھی ایسا نہ ہو۔"(۴)

حدیث نمبر(۴):- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج:۲، ص:۲۲۷.

(۱)طبرانی، سلسلة الصحيحه، ص:۲۳٤۰.

(۲)ترمذی، ابواب الایمان، ج:۲، ص:۸۸.

(۳)سنن ترمذی، باب: ماجاء فیمن رمیٰ اخاہ بکفر، ج:۲، ص:۸۸.

(۴)صحیح بخاری، کتاب الادب، باب: ما ینھیٰ من السباب واللعن، ج:۲ ص:۸۹۳.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بندۂ مومن زیادہ طعن و تشنیع کرنے والا، لعن طعن کرنے والا، بری بات اور فحش گوئی کرنے والا نہیں ہوتا۔"

حدیث نمبر(۵):۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث روایت ہے:

"بے شک جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ آسمان کی طرف چڑھتی ہے پھر اس کے سامنے آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو اس کے سامنے اس کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس کے سامنے دونوں مانع ہوتے ہیں، پس جب وہ کوئی درست راہ نہیں پاتی تو جس چیز کو لعنت کی گئی ہے اس کی طرف لوٹتی ہے پھر اگر وہ اس کا اہل ہو تو ٹھیک ورنہ اپنے قائل کی جانب عود کر آتی ہے۔"(۱)

چوتھی فصل

صحابۂ کرام کے آپسی اختلاف کے ذکر سے ممانعت کے بیان میں

اکثر محققین کرام نے ذکر کیا ہے کہ صحابہ کے آپسی نزاع کا ذکر کرنا حرام ہے۔ کیوں کہ اس میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ بعض صحابۂ کرام کے متعلق بدگمانی پیدا ہو جائے، حالاں کہ حدیث مرفوع اس سے دور رہنے کا حکم صادر فرماتی ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کریم ہے: "میرا کوئی صحابی کسی دوسرے صحابہ کے بارے میں کوئی بری بات مجھ تک نہ پہنچائے اس لیے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں تمھاری طرف آؤں اس حال میں کہ میرا سینہ صاف رہے۔(۲) ابو اللیث نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے صحابہ کی جنگوں کے بارے میں دریافت کیا

(۱)سنن ابی داؤد، اول کتاب الادب، باب: فی اللعن، ج:۲، ص:۱۷۲.

(۲)سنن ابی داؤد اول کتاب الادب، باب: فی رفع الحدیث من المجلس، ج:۲، ص:٦٦٧ حکم حدیث: ضعیف

گیا تو آپ نے جواباً فرمایا کہ یہ ایسی خونریزیاں ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے تو کیا ہم اپنی زبانوں کو آلودہ کرلیں۔

اور اہل سنت وجماعت ان قصوں کا تذکرہ اس لیے کرنے پر مجبور ہیں کہ بدعتیوں نے ان میں من گڑھت اور جھوٹی باتیں گڑھ لی ہیں یہاں تک کہ بعض اہل کلام نے یہ راہ اختیار کی ہے کہ تشاجر صحابہ (آپسی نزاع) کی تمام روایات جھوٹی ہیں اور یہ تو کیا ہی اچھی بات ہے، لیکن بعض روایت تشاجر تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور ان کی تاویل پر اہل سنت وجماعت کا اجماع بھی ہے تاکہ عوام الناس کو وسوسوں اور بے جا خیالات سے چھٹکارا دلایا جائے، رہی وہ روایتیں جو تاویل کو قبول نہیں کرتیں تو وہ مردود ہیں، کیوں کہ صحابۂ کرام کی فضیلت، حسن سیرت اور ان کا حق کی تابعداری کرنا، بلا شبہ نصوص اور اہل حق کے اجماع سے ثابت ہیں تو آحاد کی روائتیں کیسے ان کے معارض ہو سکتی ہیں خاص طور سے جھوٹے، تعصب پرست روافض کی روایتیں۔

پانچویں فصل

مختصراً باہمی تنازعوں کے قصہ میں

روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ مصر والوں نے مدینہ شریف آکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ عبداللہ بن ابی سرح کو مصر سے معزول کردیں اور محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کا والی بنادیں، چناں چہ آپ کے وزیر مروان بن حکم نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس یہ لکھ بھیجا کہ جب مصری ان کے پاس پہنچیں تو وہ انھیں قتل کردے لہٰذا راستہ ہی میں قاصد اور مصریوں کی ملاقات ہوگئی، مصریوں نے وہ خط اس سے لے لیا تو دیکھا کہ وہ امیر المؤمنین کی جانب سے ہے اور اس پر ان کی مہر ہے اور قاصد ان کا غلام ہے جو اپنی اونٹنی پر سوار ہے پھر وہ لوگ مدینہ لوٹے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرلیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام کو مسلمانوں کے خون کی حفاظت اور شہادت پر حرص کی وجہ سے (جس کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی) مصریوں سے قتال کرنے سے منع فرمادیا جس کے نتیجہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا

چناں چہ انھوں نے آپ کو شہید کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دست مبارک پر بیعت کر لی پھر حضرت عائشہ، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ ان لوگوں کو قصاصاً قتل کرادیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے مہلت چاہی کہ ان کی خلافت مضبوط ہونے دیں اور فتنہ برپا نہ ہو، لیکن بات بڑھ گئی اور اختلاف واقع ہو گیا اور ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما رکھی تھی وہ تو ہونی ہی تھی پس حضرت طلحہ وزبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم نے بصرہ کے قریب جنگ کی لہٰذا حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی کوچیں کاٹ دی گئیں، اسی وجہ سے اس جنگ کا نام جنگ جمل پڑ گیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں عزت وشرافت کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کر دیا پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرات کے ساحل پر جنگ صفین لڑی، جنگ کا سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ صلح ہو گئی۔

چھٹی فصل

مجتہد کی خطا پر گرفت نہ ہوگی

اس بارے میں اصل یہ حدیث مرفوع صحیح وارد ہے کہ ”جب کوئی حاکم اجتہاد کر کے کوئی فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ درست قرار پا جائے تو اسے دوگنا اجر و ثواب ہے اور جب اجتہاد کر کے فیصلہ کرے اور خطا کر بیٹھے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔“(۱)

ترمذی نے ابوہریرہ اور بخاری، احمد، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ”جو دو اجر ہیں وہ اجتہاد اور درستگی کے ہیں اور ایک اجر وہ صرف اجتہاد کے باعث ہے“ (یعنی مجتہد کو اجتہاد کا بھی ثواب ملتا ہے اگرچہ غلط اجتہاد کر بیٹھے) اور چاروں صحابہ جنگ کے سلسلہ میں مجتہد تھے اور اس میں خطاوار بھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ صائب مجتہد تھے ان کا اجتہاد درست تھا۔ اور اصول یہ ہے کہ مجتہد پر ایسا کام کرنا ضروری ہے

(۱)سنن ترمذی، باب: ماجاء فی القاضی یصیب ویخطئ، ج:۱، ص:۱۵۸ مطبوعہ مجلس برکات

جس کی طرف اس کا اجتہاد رہنمائی کرتا ہے اور اجتہاد کے بعد اس فعل پر اس کی اور اس کے مقلد کی ملامت نہیں کی جائے گی، لہٰذا دونوں فریقوں کے قاتل و مقتول جنت میں ہیں۔

ابن سعید رضی اللہ عنہ نے ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل سے تخریج کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے خواب دیکھا کہ میں جنت میں داخل کیا گیا ہوں تو جب میں نے آگ میں ڈھلے ہوئے خیمہ کو دیکھا تو سوال کیا کہ یہ کس کے لیے ہے؟ فرشتوں نے عرض کی کہ یہ بنو کلاع اور بنو حوشب کے لیے ہے اور ان دونوں قبیلوں نے امیر معاویہ کے ساتھ مل کر جنگ کی تھی، میں نے کہا تو پھر عمار اور ان کے ساتھی کہاں ہیں؟ انھوں نے عرض کی: آپ کے سامنے، میں نے کہا ان لوگوں نے تو آپس میں قتل و قتال کیا ہے، کہا گیا کہ یہ لوگ اپنے رب سے اس حال میں ملے کہ اسے وسیع مغفرت والا پایا، میں نے کہا تو پھر اہل نہر یعنی خوارج کا کیا ہوا؟ تو ایک فرشتہ نے عرض کی: انھوں نے سختی کا سامنا کیا۔

ساتویں فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چند فضائل میں

حدیث نمبر (۱):- ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمام عورتوں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ایسے ہی ہے جیسے کھانے پر ثرید کی فضیلت ہوا کرتی ہے۔"(۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کبھی کوئی مسئلہ یا حدیث دشوار گزار ہوتی تو ہم عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کر لیتے اور ان کے پاس اس کا علم پاتے۔

حدیث نمبر (۲):- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بہن ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عائشہ! عن قریب علم اور قرآن تمھاری

(۱) صحیح بخاری، کتاب: احادیث الانبیا، باب: قوله تعالیٰ: إذ قالت الملٰئكة يا مریم، ج:، جزء: ۱۳، ص: ٤٨٨

زینت ہوں گے۔" (اسے امامِ اعظم نے اپنی مسند میں روایت کیا)

حدیث نمبر(۳):- ام ہانی سے ہی مرفوعاً یہ روایت ہے: "مجھ پر موت آسان کردی گئی، اس لیے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں دیکھا ہے۔"

حدیث نمبر(۴):- ام ہانی سے مروی ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے عائشہ! یہ جبرئیل ہیں تمھیں سلام عرض کرتے ہیں، میں نے کہا تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔"(۱)

حدیث نمبر(۵):- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے عائشہ! میں نے آپ کو خواب میں دو بار دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ریشمی لباس میں ملبوس ہیں اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ یہ آپ کی زوجۂ محترمہ ہے۔ جب میں نے آپ کے رخ سے وہ ریشمی حلہ ہٹا کر دیکھا تو آپ ہی تھیں۔(۲)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: لوگ یومِ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رضا جوئی کی خاطر ہدایا و تحائف لے کر آیا کرتے تھے اور فرمایا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ازواجِ مطہرات کے دو گروپ ہیں، ایک میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں اور دوسرے گروپ میں ام سلمہ اور بقیہ تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں۔ پس ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گروپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ وہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کریں کہ آپ لوگوں کو حکم دیں کہ جو شخص رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ہدیہ دینا چاہے تو جہاں وہ انھیں پائے وہیں دے دے، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مجھے تکلیف نہ دو اس لیے کہ سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے کسی بیوی کے کپڑے میں مجھے وحی نہیں آتی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں کہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے، پھر ان عورتوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جناب میں

---

(۱)سنن ترمذی، باب: من فضل عائشة، ج:۲، ص:۲۲۸

(۲)صحیح بخاری، کتاب: مناقب الانصار، باب: تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشة، رقم الحدیث:۳۸۹۵، مکتبہ شاملہ

بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتی جس سے میں کرتا ہوں تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، کیوں نہیں حضور، آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تو تم اس سے محبت رکھو۔

تنبیہ:۔ ہو سکتا ہے کوئی بدباطن یہ گمان کر بیٹھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب کی روایات جو خود انھیں سے مروی ہیں، بے فائدہ ہیں تو یہ محض ظن فاسد ہے، کیوں کہ جو پہلی حدیث ہے وہ آپ کے مناقب میں سب سے عظیم حیثیت کی حامل ہے اور اسی حدیث کے ذریعہ آپ کی تمام مرویات میں آپ کی تائید وتوثیق، پاکبازی اور سچائی کا اعتماد حاصل ہو جاتا ہے۔

آٹھویں فصل

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں

مؤلف مشکوۃ نے فرمایا: طلحہ بن عبید اللہ کی کنیت ابو محمد قرشی تھی، قدیم الاسلام تھے، سوائے جنگِ بدر کے تمام جنگوں میں حاضر رہے، جنگِ بدر میں حاضر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعید بن زید کے ساتھ قریش کے اونٹوں اور یوم احد کے چوبیس زخمیوں کی خبرگیری کے لیے بھیج دیا تھا۔ بعض روایت میں ہے کہ جنگ اُحد میں پچھتّر زخمی تھے اور یہ بھی روایت ملتی ہے کہ نیزے، تلوار اور تیر سے زخمی ہونے والے صحابہ کی کل تعداد ملا کر پچھتّر تھی۔ اور ترمذی کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اسّی ۸۰ر سے زائد تھی۔ ۲۵ر جمادی الآخرہ ۳۶ھ کو آپ کی شہادت ہوئی اور بصرہ میں دفن کیے گئے، اس وقت ان کی عمر ۶۴ر سال تھی۔ امام نووی نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے قتال کو ترک کر دیا تھا اور لوگوں سے کنارہ ہو گئے تھے کہ اچانک انھیں ایک تیر آلگا جس سے آپ کی شہادت ہو گئی، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مروان بن حکم نے اسے تیر مارا تھا۔

بخاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سے راضی تھے، اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم یہ تمام حرا پر تھے کہ چٹان نے حرکت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر کہ تجھ پر نبی، صدیق اور شہید ہیں۔ ترمذی نے عبد الرحمن بن عوف اور ابن ماجہ نے، احمد اور ضیائے مقدسی نے سعید بن زید سے روایت کی، دونوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکر جنتی، عمر جنتی، عثمان جنتی، طلحہ جنتی، زبیر جنتی، عبد الرحمن جنتی، سعد بن وقاص جنتی، سعید بن زید جنتی اور ابن جراح رضی اللہ عنہم بھی جنتی ہیں۔ امام احمد اور ترمذی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث تخریج کی ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے کہ جنگ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو زرہیں تھیں، آپ ایک چٹان پر چڑھنا چاہے تو نہ چڑھ سکے اور بیٹھ گیے پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ان کے نیچے بیٹھ گئے یہاں تک کہ ان کے سہارے آپ چٹان پر چڑھ گئے۔ حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ طلحہ نے جنت واجب کر لی۔ اور امام ترمذی نے جابر رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ بن عبید اللہ کی طرف نظر کر کے فرمایا: "جو شخص اس مرد کی طرف دیکھنا پسند کرتا ہے جو زمین پر چل رہا ہے اور اس کی خواہشات پوری ہوں تو وہ اس مرد کو دیکھے۔"

ترمذی اور حاکم نے جابر رضی اللہ عنہ سے تخریج کی، "جو شخص اس شہید کی طرف دیکھنا پسند کرے جو زمین پر چل رہا ہے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔"(۱)

ترمذی نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے، حضرت طلحہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ایک جاہل اعرابی سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھو جو بامراد ہو چکا ہے کہ وہ کون ہے؟ کیوں کہ صحابہ کرام آپ کی تعظیم و توقیر کرتے اور ہیبت و جلال کی وجہ سے کسی مسئلہ پر جرأت نہیں کرتے تھے، چناں چہ اعرابی نے ان سے دریافت کیا تو آپ نے اس سے منہ پھیر لیا، پھر پوچھا پھر منہ پھیر لیا، پھر پوچھا پھر منہ پھیر لیا پھر میں مسجد کے دروازے سے آیا، اور مجھ پر

(۱) سنن ترمذی، باب: مناقب طلحہ بن عبید اللہ، ج:۲، ص: ۲۱۵ مجلس برکات

میں حاضر ہوا جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ''وہ سائل کہاں ہے جو اس شخص کے بارے میں پوچھ رہا تھا؟ اعرابی نے کہا: میں ہوں یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: یہ ان میں سے ہیں جو اپنی مراد کو پہنچ چکے ہیں۔''(1)

ترمذی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی تخریج کی کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے کانوں نے رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے یہ سنا کہ وہ فرماتے ہیں ''طلحہ و زبیر میرے جنت کے پڑوسی ہیں''(2)

بیہقی نے جابر رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ جنگ احد کے دن رسول اللہ ﷺ سے لوگ جدا ہوگئے اور آپ کے ساتھ صرف گیارہ انصاری صحابہ اور طلحہ بن عبید اللہ بچے اور آپ ﷺ پہاڑ پر چڑھ رہے تھے تو مشرکوں نے ان سبھی کو آگھیرا، آپ ﷺ نے فرمایا کیا ان مشرکوں کے لیے کوئی نہیں؟ حضرت طلحہ نے عرض کی، میں ہوں نا یارسول اللہ ﷺ! تو آپ نے فرمایا تم تو ہو ہی، پھر ایک انصاری صحابی نے عرض کی یارسول اللہ! میں ہوں، صحابی نے آپ کا دفاع کر کے ان سے جنگ کی پھر رسول کریم ﷺ اور آپ کے ساتھ باقی رہنے والے اصحاب چڑھے پھر ایک انصاری نے جنگ کی تو مشرکین نے انھیں شہید کر دیا آپ ﷺ نے فرمایا کیا ان کے لیے کوئی شخص نہیں؟ طلحہ رضی اللہ عنہ نے ویسی ہی بات کہی جو پہلے کہی تھی تو جواب بھی آپ ﷺ نے ویسا ہی دیا پھر ایک انصاری نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! اس کام کے لیے میں ہوں نا۔ آپ کے اصحاب چڑھنے لگے پھر وہ شہید ہوگئے۔ آپ ﷺ کو مشرکین نے پھر آگھیرا، آپ وہ جملہ دہراتے رہے اور طلحہ آپ کا جواب دیتے رہے کہ یارسول اللہ میں ہوں نا۔ انصاری صحابی جنگ کی طلب کرتے رہے اور آپ اجازت دیتے رہے، وہ لوگ پہلوں کی طرح جنگ کرتے رہے یہاں تک کے آپ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت طلحہ بچے، مشرکین نے آپ دونوں کو گھیر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان

(1)سنن ترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، ج:۲، ص: ۲۱۵ مجلس برکات
(2)سنن ترمذی، باب: مناقب طلحہ بن عبید اللہ، ج:۲، ص: ۲۱۵ مجلس برکات

کے مقابلے کے لیے کون ہے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ! بندہ حاضر ہے۔ لہٰذا حضرت طلحہ نے ان سے جنگ کی اسی دوران ان کی انگلیاں شہید ہوگئیں، شدت تکلیف کی وجہ سے آپ کے زبان مبارک سے یہ کلمہ جاری ہوا، "ہائے رے تکلیف" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس کے بجائے بسم اللہ کہتے یا اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرتے تو فرشتے تمہیں اٹھالیتے اور لوگ تمہیں آسمانی فضا میں دیکھتے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس تشریف لے گئے اور وہ تمام ایک جگہ جمع ہوگئے۔

شیخ نور الحق نے صحیح بخاری کے ترجمہ میں ذکر کیاہے کہ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید دیکھ کر اتنا روئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہوگئی اور کہامیں امید کرتا ہوں کہ ہم دونوں ان خوش نصیبوں میں سے ہوں جن کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "وَ نَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِہِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ۔"(۱)

نویں فصل

مناقب زبیر رضی اللہ عنہ

مؤلف مشکوۃ نے فرمایاکہ وہ زبیر بن عوام ابو عبد اللہ قرشی ہیں، ان کی والدہ محترمہ صفیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں، قدیم الاسلام ہیں، اسلام قبول کرتے وقت سولہ سال عمر تھی، مشرکین نے انھیں دھواں دے کر تکلیف پہنچائی تاکہ وہ دین سے پھر جائیں، لیکن آپ نہیں پھرے۔ تمام غزوات میں شرکت کی اور یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اللہ کی راہ میں تلوار اٹھائی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ احد میں ثابت قدم رہے، آپ کو ۶۴/سال کی عمر میں عمرو بن جرموز نے بصرہ کی سرزمین مقام سفوان میں شہید کرڈالا، وادئ سباع میں دفن کیے گئے پھر بصرہ منتقل کیے گئے، آپ کی قبر وہاں بہت مشہور ہے۔

(۱) الحجر: ۴۷

مروی ہے کہ آپ جنگ وجدال سے لوٹ کر آئے نماز کی حالت میں تھے کہ شہید کردیے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے ان کی تلوار کو دیکھا کہ یہ ایسی تلوار تھی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی بہت حفاظت کی تھی، پھر آپ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابن صفیہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دے دو" ابن جرموز نے کہا ہم تمھیں قتل کریں تو جہنمی اور اگر تمھارے لیے قتل کریں تو بھی جہنمی، لہٰذا اس نے غیظ وغضب میں خود کو ہی ہلاک کرلیا۔ (۱)

بخاری وترمذی نے جابر رضی اللہ عنہ سے اور حاکم نے علی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے"(۲) شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے تخریج کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کون مجھ تک یوم احزاب کے دن قوم کی خبر لائے گا؟ زبیر نے عرض کی "میں"۔

شیخین اور ترمذی نے زبیر رضی اللہ عنہ سے تخریج کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص بنی قریظہ کے پاس جائے، تو ان کی خبر میرے پاس لائے" زبیر کہتے ہیں تو میں گیا پھر جب لوٹا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو میرے لیے جمع کرکے فرمایا کہ میرے والدین تجھ پر قربان۔ بخاری نے عروہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے جنگ یرموک کے دن حضرت زبیر سے فرمایا کیا آپ جنگ کی تیاری نہیں کریں گے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ تیاری کریں۔ چناں چہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے دشمنوں پر حملہ کر دیا، دشمنوں نے آپ کے مونڈھے پر دو ضربیں لگائیں جن کے درمیان ایک وہ ضرب بھی تھی جو آپ کو بدر کے دن پہنچی تھی، عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان زخموں کی خالی جگہوں میں اپنی انگلیاں داخل کرکے کھیلا کرتا تھا۔

فائدہ:- علامہ نور الحق نے صحیح بخاری شریف کے ترجمہ میں صراحت کی ہے کہ یرموک ملک شام میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رومی اور

(۱) مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، (۱/ ۸۹)، ص: ۹۶، بیت الافکار الدولیة
(۲) مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، (۱/ ۸۹)، ص: ۹۶، بیت الافکار الدولیة

مسلمانوں میں جنگ چھڑی تھی، جس کے نتیجے میں چار ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے اور ڈیڑھ لاکھ رومی مارے گئے اور چالیس ہزار قید کیے گئے تھے۔

دسویں فصل

فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ

معلوم ہونا چاہیے کہ انبیاے کرام علیہم السلام کی تعداد کی طرح ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تعداد ایک لاکھ چوبیس یا چودہ ہزار تھی۔ اس سلسلے میں مختلف اہل علم نے احادیث فضائل پیش کیے ہیں۔ اور باقی فضائل کو چھوڑ دیں تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی فضیلت ہی کافی ہے، اس لیے کہ وہ تمام فضائل عظیمہ جن کی صراحت کتاب وسنت نے کی ہے، سب ان پر مرتب وصادق ہیں۔ پس اگر بعض صحابۂ کرام کے لیے فضائل کی احادیث نہ پائی جائیں یا کم پائی جائیں تو بھی اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

لیجیے ہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ذکر کر رہے ہیں جن سے مسلمانوں کے دل میں آپ کی شرافت ومنزلت دوبالا ہو جائے گی۔

پہلی فضیلت:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دعا دیتے ہوئے فرمایا: "اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم سکھا اور اسے عذاب سے بچا۔"(1) امام احمد نے عرباض بن ساریہ سے یہ حدیث لے کر اپنی مسند میں روایت کی ہے۔ مسند ایک معتمد اور معظم کتاب ہے۔ حافظ ثقہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسند کی تمام روایتیں مقبول ہیں اور اس کی ضعیف حدیث بھی حسن کے قریب ہے، امام سیوطی فرماتے ہیں کہ امام احمد نے فرمایا کہ مسند کے بارے میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے تو تم لوگ اسی کی طرف رجوع کرو پھر اگر تمھیں وہ مطلوبہ حدیث مل گئی تو ٹھیک ورنہ تو پھر وہ حدیث حجت نہ رہے گی۔ اور بعض علما

(1) مسند احمد، مسند شامیین، حدیث عرباض بن ساریہ، (٤/ ١٢٨) ص:١٢٣٥، بیت الافکار الدولیة

نے مسند کی تمام روایتوں پر صحت کا اطلاق کیا ہے، اور علامہ ابن جوزی اس کی بعض احادیث کو موضوع قرار دینے میں خطا کر بیٹھے اور یہ تعصب اور افراط کے باعث ان کی عادت ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ مسند میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے اور یہ کتاب سنن اربعہ میں شمار کی گئی ہے۔

دوسری فضیلت:- عبد الرحمن بن ابو عمیرہ صحابی مدنی سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ کے لیے دعا فرمائی کہ "اے اللہ! اسے ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے۔"(۱) اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن قرار دیا ہے، اور ترمذی ایک جلیل القدر کتاب ہے یہاں تک کہ شیخ الاسلام ہروی نے فرمایا کہ یہ میرے نزدیک بخاری و مسلم سے زیادہ فائدہ مند ہے اس لیے کہ اس میں مذاہب کے ساتھ ساتھ وجوہ استدلال کا بھی ذکر ہے جو کہ صحیحین میں نہیں ہے۔ اور حاکم اور خطیب نے فرمایا کہ ترمذی کی تمام روایتیں صحیح ہیں اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب علمائے حجاز و عراق اور خراسان اور جو اپنے گھر میں ہیں ان تمام کے سامنے پیش کی تو ایسا معلوم ہوا کہ ان کے گھر میں ایک نبی ہے جو کلام کر رہا ہے۔

تیسری فضیلت:- ابن ابو ملیکہ سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ کیا امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کے پاس کوئی دلیل ہے کہ انھوں نے وتر کی نماز صرف ایک ہی رکعت پڑھی؟ تو ابن عباس نے فرمایا کہ انھوں نے ٹھیک کیا، کیوں کہ وہ فقیہ ہیں۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور بخاری کی ایک دوسری روایت جو ابو ملیکہ ہی سے مروی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشا کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی اور ان کے پاس ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام بھی موجود تھے تو وہ یہ دیکھ ابن عباس کے پاس آئے اور معاملہ بیان کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ انھیں چھوڑ دو، کیوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ چکے ہیں۔ حالاں کہ ابن عباس فضلائے صحابہ میں تھے اور اپنی وسعت علم کے سبب "بحر" "حبر الامۃ" اور

(۱) سنن ترمذی، باب: مناقب معاویہ بن ابو سفیان، ج: ۲، ص: ۲۲۵ مجلس برکات

"ترجمان القرآن" کے لقب سے ملقب تھے، اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لیے علم وحکمت اور تاویل کی دعا کی تھی۔ وہ دعا مقبول ہوئی۔ آپ علی رضی اللہ عنہ کے خاص ساتھیوں میں سے تھے اور ان کے دشمنوں پر سختی سے انکار کرتے تھے، اور علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو حروریہ کو حج کرانے بھیجا تھا۔ آپ نے ان لوگوں کو حج کرایا یہاں تک کہ ان کے لیے کوئی حج باقی نہ رہا تو جب ابن عباس جیسی شخصیت نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے گواہی دی کہ وہ مجتہد ہیں اور اپنے غلام کو انکار سے روکا یہ دلیل دیتے ہوئے کہ وہ صحابی ہیں۔ (کبھی حضور کو ایسا کرتے دیکھا ہوگا) شیخ الاسلام ابن حجر نے فرمایا کہ یہ حبر الامۃ کی گواہی ہے جو انھوں نے اپنے فضل سے دی۔

چوتھی فضیلت:۔ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب وحی تھے، امام ومفتی حرمین احمد بن عبد اللہ بن محمد طبرانی نے کتاب سیر کے خلاصہ میں ذکر کیا کہ آپ ﷺ کے کاتبوں کی تعداد کل ۱۳/ تھی۔ خلفائے اربعہ، عامر بن فہیرہ، عبد اللہ بن ارقم، اُبی بن کعب، ثابت بن قیس بن شماس، خالد بن سعید بن عاص، حنظلہ بن ربیع اسلمی، زید بن ثابت اور امیر معاویہ بن ابو سفیان اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم، اور حضرت معاویہ اور زید بن ثابت تو اس کام لیے لازم اور خاص تھے۔ اور جو یہ کہا گیا ہے کہ آپ کی کتابت وحی ثابت نہیں ہے تو امام احمد بن محمد قسطلانی نے شرحِ صحیح بخاری میں اس کی تردید کی ہے اور اس روایت کو مردود قرار دیا ہے۔

پانچویں فضیلت:۔ شرح مشکوۃ میں مذکور ہے کہ امام عبد اللہ بن مبارک سے دریافت کیا گیا کہ عمر بن عبد العزیز افضل ہیں یا حضرت امیر معاویہ؟ تو آپ نے جواباً فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو غزوات کیے اس دوران ان کے گھوڑے کی ناک میں جو گرد وغبار داخل ہوئی وہ غبار بھی عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے افضل ہے۔ اس منقبت پر غور فرمایئے تو آپ پر اس جملہ کی فضیلت ظاہر ہو جائے گی جب کہ عبد اللہ بن مبارک اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہم کے فضائل تو معلوم ہی ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا، جس کی تفصیلات کتب تواریخ میں موجود ہیں۔ اور عمر بن عبد العزیز کو امام مہدی اور پانچواں خلیفۂ راشد کہا جاتا ہے۔ محدثین اور فقہا ان کے قول کو حجت مانتے ہیں اور ان کی بے

حد تعظیم کرتے ہیں، حضرت خضر علیہ السلام ان کی زیارت کرتے تھے۔ اور یہ پہلے شخص تھے جنھوں نے جمع حدیث کا حکم دیا، تو جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے بھی افضل ہیں تو ان کے متعلق آپ کا کیا گمان ہے۔

چھٹی فضیلت:۔ بخاری ومسلم آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں جب کہ ان دونوں کی شرط یہ ہے کہ ثقہ، ضابط اور سچے راوی ہی سے روایت کی جائے اور کتاب الطہارت میں مروان بن حکم کی روایت لیتے ہیں۔

ساتویں فضیلت:۔ صحابہ ومحدثین کرام نے ان کی تعریف کی ہے باوجودیکہ وہ علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور حکایات تشاجر (صحابہ کے باہمی اختلاف) کو سب سے زیادہ جانتے اور سب سے سچے لہجے والے تھے۔ امام قسطلانی نے شرح بخاری میں فرمایا کہ معاویہ مجموعۂ مناقب تھے۔ اور شرح مسلم میں فرمایا کہ وہ فاضل وعادل اور خیار صحابہ میں سے تھے۔ امام یافعی نے فرمایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بردبار، کریم النفس، سیاسی، عاقل، کاملِ سیادت اور ذورائے شخص تھے، گویا کہ وہ سیادت ہی کے لیے پیدا کیے گئے تھے۔ محدثین ان کے نام مبارک کے بعد تمام صحابہ کرام کی طرح بلافرق وامتیاز "رضی اللہ عنہ" لکھتے آئے ہیں۔

نہایہ میں علامہ جزری نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ابن عمر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ قابل سیادت شخص نہیں دیکھا، ان سے عرض کیا گیا حضرت عمر بھی نہیں؟ فرمایا حضرت عمر اُن سے بہتر تھے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ سیادت کے قابل تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ابن عمر کی مراد سب سے زیادہ سخی اور مال عطا کرنے والی ذات کی تھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ معاویہ، عمر رضی اللہ عنہ سے بڑے حاکم تھے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ معافی بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں تو آپ ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ کوئی شخص اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحابیت، دامادیت، کتابت حدیث اور وحی الٰہی پر امانت داری کا قیاس نہ کرے۔

آٹھویں فضیلت:۔ آپ نے حدیث کی روایت کثرت سے کی، امام ذہبی نے ذکر کیا

کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو بکر و عمر، اور بہن اُم حبیبہ سے ابوذر، ابن عباس، ابو سعید اور جریر اور صحابہ کی ایک جماعت سے، جبیر، ابو ادریس خولانی، سعید بن مسیب، خالد بن معدان، ابو صالح سمان، سعید اور ہمام بن منبہ رضی اللہ عنہم اور ایک خلقِ کثیر سے احادیث کی روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں آٹھ احادیث ان سے روایت کیں۔ لیجیے ہم ان چند احادیث کو ذکر کریں گے جو آپ سے مروی ہیں۔

گیارہویں فصل

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرویاتِ احادیث

حدیث نمبر(۱):- امام احمد، ابو داؤد اور حاکم نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: "اہل کتاب اپنے دین کے معاملہ میں بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ سب دوزخی ہیں سوائے ایک کے اور وہ جماعت ہے اور میری امت سے ایک قوم نکلے گی جن کے ساتھ یہ خواہشات پیوست رہیں گی جس طرح کتا اپنے مالک کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ تو ان میں سے نہ کوئی رگ بچے گی نہ ہڈی کا جوڑ مگر وہ سب کے سب اس میں داخل ہو جائیں گے۔ (۱)

حدیث نمبر(۲):- بیہقی اور ابو داؤد نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "جب تم (لوگوں) کے راز کی ٹوہ میں لگے رہو گے تو تم ان میں فساد پیدا کر دو گے۔"

حدیث نمبر(۳):- امام احمد، نسائی اور حاکم نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: اللہ سے امید ہے کہ وہ ہر گناہگار کو بخش دے گا سوائے اس گناہگار کے جو مشرک ہو کر مرا یا کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا۔ (۲)

(۱) مسند احمد، مسند شامیین، حدیث معاویہ بن ابی سفیان، (۴/ ۱۰۲) ص: ۱۲۱۶

(۲) التنویر، شرح الجامع الصغیر، جزء: ٦١ ص: ۳۹۱، رقم الحدیث: ٤٦٥٩ مکتبہ

حدیث نمبر(۴):- ابو یعلی اور طبرانی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث تخریج کی ہے کہ حضور کا ارشاد ہے: "عنقریب میرے بعد کچھ ایسے ائمہ ہوں گے کہ وہ کچھ کہیں گے تو ان پر ان کا قول رد نہیں کیا جائے گا ایک دوسرے کو دوزخ میں ڈھکیلیں گے جس طرح بندر ڈھکیلتا ہے۔"(۱)

حدیث نمبر(۵):- امام ترمذی نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً تخریج کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شراب پیے تو اسے کوڑے مارو پھر اگر چوتھی مرتبہ ایسا کرے تو اسے قتل کر ڈالو۔"(۲)

حدیث نمبر(۶):- امام ابو داؤد نے آپ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً حدیث تخریج کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جب لوگ شراب پییں تو انھیں کوڑے مارو پھر پییں، پھر کوڑے مارو پھر پییں تو پھر کوڑے مارو اور اگر پھر پییں تو انھیں قتل کر ڈالو۔" قتل کا حکم دینا یا تو تہدید ہے یا پھر منسوخ۔

حدیث نمبر(۷):- امام بخاری نے ابو امامہ بن سہل سے تخریج کی کہ ابو امامہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سنا اس حال میں کہ وہ ممبر پر تشریف فرما تھے، مؤذن نے اذان میں اللہ اکبر کہا تو امیر معاویہ نے بھی اللہ اکبر کہا، اس نے "أشهد أن لا اله إلا الله" پڑھا تو آپ نے کہا میں بھی، (گواہی دیتا ہوں) مؤذن نے أشهد أن محمداً رسول الله پڑھا تو آپ نے کہا میں بھی (گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) پھر جب اذان مکمل ہو گئی تو آپ نے فرمایا: "اے لوگوں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی مجلس میں جب مؤذن اذان دے رہا تھا تو یہی باتیں کہتے سنیں جو تم نے مجھ سے سنیں۔"

حدیث نمبر(۸):- امام احمد نے علقمہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے تخریج کی کہ انھوں نے

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ————————

شاملہ

(۱)تاریخ دمشق لابن عساکر،باب:ذکر ما یسخط الرب من القول فی مجالسهم، المكتبة الشاملة

(۲)سنن ترمذی، ابواب الحدود عن رسول الله ﷺ،باب:من شرب الخمر فاجلدوه، ج:۱،ص:۱۷٤، مجلس برکات

فرمایا: میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جب مؤذن نے اذان دی تو آپ نے وہی کہا جو مؤذن نے کہا، یہاں تک کہ جب اس نے حی علی الصلاۃ پڑھا تو آپ نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا، پھر جب مؤذن نے حی علی الفلاح پڑھا تو آپ نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا اور اس کے بعد جو مؤذن نے پڑھا آپ نے بھی وہی پڑھا، پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کہتے سنا ہے۔

حدیث نمبر (۹):- امام بخاری و مسلم نے، امام مالک نے مؤطا میں، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حمید بن عبدالرحمن بن عوف سے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ انھوں نے حج کے سال منبر پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا (اس حال میں کہ انھوں نے بال کا ایک کٹا ہوا حصہ پایا تھا اور وہ محافظ کے ہاتھ میں تھا) کہ اے مدینہ والو! تمھارے علما کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان جیسی چیزوں سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنو اسرائیل ہلاک ہو گئے تھے جب انھوں نے اسے شعار بنایا تھا۔

حدیث نمبر (۱۰):- شیخین اور نسائی نے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سعید بن مسیب نے فرمایا: معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو ہمیں خطاب فرمایا اور بال کا ایک گچھا نکال کر فرمایا میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہود کے علاوہ کوئی شخص یہ کام انجام دیتا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس کا نام جھوٹ (خلاف اصل و واقع امر) رکھا۔

حدیث نمبر (۱۱):- امام نسائی نے سعید مقبری رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو منبر پر اس حال میں دیکھا کہ آپ کے دست مبارک میں عورتوں کے بالوں کا ایک گچھا تھا آپ نے فرمایا کہ مسلمان عورتوں کا کیا حال ہے کہ اسے اس طرح بال میں رکھتی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ "جس عورت کے سر میں ایسے بال زائد ہوں جو سر میں سے نہیں ہیں تو وہ فضول ہے اسے اس میں زیادہ کرتی ہیں۔"[1]

حدیث نمبر (۱۲):- امام ابوداؤد نے تخریج فرمائی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے ایسا ہی وضو کیا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا تھا تو جب سر کے مسح تک پہنچے تو ایک چلو پانی لے کر

(۱) سنن نسائی، کتاب الزینۃ، وصل الشعر بالخرق، ج:۲، ص: ۲۳۷

[illegible] حضرت [illegible]
[illegible] کے جانے سے پہلے [illegible] سے پہلے [illegible]
پہنچا کر سر کے بل گرے حتی کہ پیچھے [illegible]
[illegible]

حدیث نمبر (۱۳):۔ امام ابو داؤد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے: "تم لوگ رکوع و سجدہ میں مجھ سے سبقت نہ کرو کیونکہ میں اگر تم لوگوں سے (ارکان) میں سبقت کر جاؤں جب میں رکوع میں جاؤں تو مجھے اس حال میں رکوع میں پاؤ گے جب میں سر اٹھاؤں کیونکہ میرا بدن بھاری ہو گیا ہے۔"(۱)

حدیث نمبر (۱۴):۔ ابو نعیم نے حضرت [illegible] رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ ایک شخص برے اعمال کیا کرتا تھا اور ننانوے جانوں کو ظلماً ناحق قتل کر چکا تھا، سو وہ گھر سے نکل کر ایک دیرانی کے پاس آیا اور کہا: اے راہب! ایک شخص نے ننانوے لوگوں کو ناحق خون کیا ہے تو کیا اس کے لیے توبہ کی گنجائش ہے؟ راہب نے جواب دیا: نہیں، تو اس نے اسے بھی قتل کر دیا پھر وہ دوسرے راہب کے پاس جا کر وہی بات کہی جو پہلے راہب سے کہا تھا، تو اس نے جواب دیا: اس کے لیے توبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اسے بھی قتل کر دیا پھر ایک تیسرے راہب کے پاس آ کر ویسی ہی بات کی جو پہلے کی تھی تو اس راہب نے بھی جواب دیا کہ اس کے لیے توبہ کی کوئی صورت نہیں ہے، چنانچہ اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر ایک دوسرے راہب کے پاس جا کر کہا کہ اس نے کوئی ایسا قتل نہیں چھوڑا سب کر ڈالا یہاں تک کہ سو جانوں کو ظلماً اور ناحق قتل کیا، تو کیا اسے توبہ کرنے کا کچھ حق بنتا ہے؟ اس راہب نے کہا کہ اگر میں تجھ سے یہ کہوں کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کی توبہ قبول نہیں فرماتا جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے تو بخدا! میں اس بارے میں ضرور جھوٹا ہوں گا۔ یہاں ایک راہب خانہ ہے جس میں ایک عیسائی قوم عبادت کرتی ہے، تم وہاں جاؤ اور ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو۔ تو وہ شخص توبہ کے ارادے سے نکلا، جب وہ راستہ ہی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کرنے کے لیے ایک فرشتہ کو بھیج دیا، فرشتے نے اپنا کام انجام دیا، عذاب اور رحمت دونوں قسم کے فرشتوں کی جماعت حاضر ہوگئی اور آپس میں جھگڑنے لگی کہ اس پر ہمارا حق

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب: ما یؤمر بہ المأموم من اتباع الامام، ج:۱، ص:۹۱

ہے، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کے ذریعہ ان کو کہلا بھیجا کہ وہ جس بستی کے زیادہ قریب ہو اسی کا حقدار ہے، فرشتوں نے فاصلوں کو ناپا تو اس شخص کو توابین کی بستی سے ایک بالشت قریب پایا، لہٰذا اس کی مغفرت ہو گئی۔

حدیث نمبر (۱۵):- شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ میں فرمایا: ہم نے بطریق ابو داؤد عبد اللہ بن علاء عن مغیرہ بن قرۃ رضی اللہ عنہم سے روایت کی، انھوں نے فرمایا کہ ایک دن معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسجد میں باب حرص پر کھڑے ہو کر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے لوگوں! میں نے آج چاند کچھ اس طرح دیکھا ہے اور میں روزہ رکھنے جا رہا ہوں، تو جو شخص ایسا کرنا پسند کرے وہ ضرور کرے تو مالک بن ہبیرہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کی، کیا یہ آپ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا ہے یا اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں؟ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے یہ بات حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنی ہے۔

حدیث نمبر (۱۶):- امام بخاری نے حمید بن عبد الرحمن سے تخریج فرمائی ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خطبہ میں یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد گرامی ہے: "اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے، اور میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے اور یہ امت قائم رہے گی، اس کے مخالفین اسے ضرر نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔" امام مسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: "میں ہی خازن ہوں، جسے خوش دلی سے عطا کروں تو اس کے لیے اس میں برکت رکھی جائے گی اور جسے کسی معاملہ یا ناگواری سے دوں تو گویا وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھائے اور شکم سیر نہ ہو۔"(۱)

حدیث نمبر (۱۷):- امام مسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تخریج فرمائی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "کسی خاص مسئلہ میں نہ پڑو، بخدا تم میں کا کوئی مجھ سے سوال نہ

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب: النہی عن المسئلہ، ج: ۱، ص: ۳۳۳.

کرے کہ اس کے لیے اس میں ایسا مسئلہ نکل آئے جس میں اس کے لیے میری ناپسندیدگی ہو، لہٰذا جو میں اسے عطا کروں اس میں برکت رکھی جائے گی۔"(۱)

حدیث نمبر (۱۸):- امام ابوداؤد اور نسائی نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے تخریج فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتوں کی سواری اور سونا پہننے سے منع فرمایا مگر یہ کہ وہ کٹا ہوا ہو (تراشا ہوا ہو)۔ نسائی نے تخریج کی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس صحابۂ کرام کی ایک جماعت حاضر تھی کہ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا پہننے سے منع فرمایا مگر یہ کہ وہ تراشا ہوا ہو تو صحابہ نے عرض کی، "ہاں" بالکل۔ (ہم جانتے ہیں)

حدیث نمبر (۱۹):- امام ابوداؤد نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے تخریج فرمائی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے نبی کے صحابہ! کیا تم لوگ جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں چیز سے اور چیتوں کے کھالوں کی سواری سے منع فرمایا؟ صحابہ نے عرض کی "ہاں" (ہم جانتے ہیں) آپ نے فرمایا کہ پھر تم یہ بھی جانتے ہوگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو ملانے سے منع فرمایا، صحابہ نے عرض کی، یہ بات تو نہیں سنی تو آپ نے فرمایا، یہ بات بھی انھیں باتوں کے ساتھ ارشاد فرمائی تھی لیکن تم لوگ اسے بھول گئے۔

حدیث نمبر (۲۰):- امام مسلم نے طلحہ بن یحییٰ عن عمہ سے تخریج فرمائی کہ انھوں نے کہا: میں معاویہ بن ابوسفیان کے پاس تھا کہ مؤذن نماز کی دعوت دیتا ہوا آیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "قیامت کے دن مؤذن کی گردن تمام لوگوں کی گردنوں سے لمبی ہوگی۔"(۲)

حدیث نمبر (۲۱):- امام مسلم نے ابوسعید سے تخریج فرمائی کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں ایک حلقہ کے قریب سے گزرے تو دریافت فرمایا، تم لوگ کس لیے بیٹھے ہو؟ صحابہ نے عرض کی ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں، تو آپ نے فرمایا: بخدا! تم لوگ اسی

(۱)مصدر سابق.

(۲)صحيح مسلم، كتاب الصلوٰة،باب: فضل الاذان وهرب الشيطان عند سماعه، ج:۱،ص:۱۶۷

لیے بیٹھے ہو، صحابہ نے عرض کی ہم کسی اور چیز کے لیے نہیں بیٹھے ہیں، آپ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں سے قسم نہیں طلب کر رہا ہوں، اس لیے کہ یہ تم پر تہمت ہوگی۔ اور کوئی شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے میں مجھ سے کم نہیں ہے۔ اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ایک حلقہ کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا: تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ صحابہ نے عرض کی، اللہ تعالیٰ نے ہمیں دینِ اسلام کی ہدایت عطا فرما کر جو احسان فرمایا ہے اس پر شکر بجا آوری کی خاطر اللہ کا ذکر اور اس کی حمد کرنے بیٹھے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: بخدا! تم لوگ اسی لیے بیٹھے ہوئے ہو، میں تم سے قسم نہیں چاہ رہا کہ یہ تم پر تہمت ہوگی، لیکن میرے پاس جبرئیل امین نے آکر یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم لوگوں پر فخر فرما رہا ہے۔

محدث قاضی عیاض نے شفا شریف میں فرمایا: مروی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتابت کیا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ارشاد فرماتے "دوات رکھ دو، قلم باریک کرلو، "با" سیدھی کھڑی لکھو، سین کے شوشے پھیلا کر لکھو، اور میم کا دائرہ بڑا مت کرو۔ لفظ اللہ خوبصورت انداز میں لکھو، رحمٰن کو کھینچ کر اور رحیم کو عمدہ بنا کر لکھو۔"

نویں فضیلت:- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے میں بہت حریص تھے، امام بغوی نے شرح السنہ میں ابو مجلز سے روایت کی کہ معاویہ اپنے حجرہ سے باہر نکلے اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر بیٹھے ہوئے تھے تو ابن عمر کھڑے ہوگئے اور ابن زبیر بیٹھے رہے۔ یہ دیکھ کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور کا ارشادِ گرامی سنایا کہ: "جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔"(۱) اس حدیث کو امام ترمذی، ابوداؤد اور احمد نے آپ سے تخریج فرمایا ہے۔

امام ابو داؤد اور ترمذی نے عمرو بن مرہ سے حدیث کی تخریج فرمائی کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: "اللہ تعالیٰ جس شخص کو مسلمانوں کے کسی معاملہ کا والی بنائے پھر وہ ان کی حاجت، ضرورت اور محتاجی کے

(۱) سنن ترمذی، ابواب الادب عن رسول اللہ ﷺ، باب: ماجاء فی کراھیۃ قیام الرجل للرجل، ج:۲، ص:۱۰۰، مجلس برکات.

سامنے پردہ ڈالے (ان کو پوری کرے) تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت وضرورت اور محتاجی پر پردہ ڈال دے گا، پس اس نے لوگوں کی ضرورتوں پر معاویہ کو مقرر فرمایا ہے۔"

امام بخاری نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب سے تخریج فرمائی کہ حضرت معاویہ نے مغیرہ کے پاس ایک مکتوب بھیجا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث لکھ بھیجو جو آپ نے حضور سے سنی ہو، تو حضرت مغیرہ نے انھیں یہ لکھ بھیجا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین مرتبہ یہ کلمات کہتے سنا "لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير" اور فرمایا کہ حضور بے جا بحث ومباحثہ، کثرت سوال اور مال ضائع کرنے سے منع فرماتے نیز تحفہ رد کرنے، ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کو زندہ در گور کرنے سے بھی منع فرماتے تھے۔

امام ترمذی نے تخریج کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں ایک خط لکھا کہ میرے پاس ایک مکتوب لکھ کر مجھے نصیحت کرو اور زیادہ نہ کرنا، چناں چہ حضرت عائشہ نے لکھا: السلام علیک امابعد! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا "جو لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کی رضا جوئی کا خواہاں ہو تو اللہ تعالیٰ لوگوں کی مشقت ہی اسے کافی فرمادیتا ہے اور جو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد فرمادے گا" والسلام۔ (1)

امام ترمذی اور ابو داؤد نے سلیم بن عامر سے حدیث کی تخریج فرمائی کہ انھوں نے فرمایا: حضرت معاویہ اور اہل روم کے درمیان معاہدہ تھا اور آپ ان کے شہر سیر وتفریح کو جایا کرتے تھے یہاں تک کہ جب معاہدہ ختم ہو گیا تو آپ نے ان پر حملہ بول دیا، اتنے میں ایک شخص مضبوط عربی گھوڑے پر سوار ہو کر یہ کہتے ہوئے آیا اللہ "اکبر اللہ اکبر، وفا کرو، دھوکہ نہ کرو،" لوگوں نے دیکھا تو وہ عمر بن عبسہ نکلے پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے اس امر کے متعلق دریافت کیا تو اس شخص نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جس کسی شخص کے اور کسی قوم کے درمیان معاہدہ ہو تو وہ اسے ہر گز نہ توڑے اور نہ اسے اور زیادہ سخت

(1) ترمذی شریف (٤/ ٦٠٩) رقم الحديث: ٢٤١٤، المكتبة الشاملة.

بنائے یہاں تک کہ معاہدہ کی مدت پوری ہو جائے یا وہ ان سے اعلان جنگ کردے۔"(۱) سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر لوٹ گئے۔" آپ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کا ذکر قاضی عیاض نے شفا شریف میں فرمایا کہ عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ جب گھر کے دروازے سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ اپنے تخت سے اٹھ کر ان کی تعظیم میں کھڑے ہو گئے اور ان سے ملاقات کی اور آنکھوں کے درمیان ان کو بوسہ دیا، اس لیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صورتاً مشابہ تھے۔

دسویں فضیلت:- آپ لوگوں کو اتباع حدیث کا حکم دیتے اور اس کی مخالفت سے منع فرماتے، امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لاتے اور وہاں کے فقہا سے خلاف سنت بات سنتے تو آپ رضی اللہ عنہ اہل مدینہ سے فرماتے: تمھارے علما کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا فرماتے سنا اور ایسا کرتے دیکھا ہے۔

امام بخاری نے حضرت معاویہ سے تخریج فرمائی کہ آپ نے فرمایا: تم لوگ نماز ضرور پڑھتے ہو لیکن ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہے، آپ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نفل نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

امام مسلم نے عمرو بن عطا سے تخریج کی ہے کہ نافع بن جبیر نے انھیں سائب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے مسئلہ کے بارے میں دریافت کرنے بھیجا جو انھوں نے حالت نماز میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو کرتے دیکھا تھا تو سائب نے فرمایا: ہاں میں نے ان کے ساتھ محراب میں نماز جمعہ پڑھی تو جب آپ نے سلام پھیرا تو میں نے اپنی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھی پھر جب وہ حجرہ میں داخل ہو گئے تو میرے پاس قاصد بھیج کر کہلا بھیجا کہ جو تم کر چکے ہو اس کا اعادہ نہ کرو، جب تم جمعہ کی نماز ادا کر چکو تو اسے دوبارہ ادا نہ کرو۔

امام مسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی کہ آپ نے فرمایا: تم لوگ زیادہ احادیث بیان کرنے سے بچو، مگر وہی احادیث لو جو عہد فاروقی میں تھیں، کیوں کہ حضرت

(۲) سنن ترمذی، ابواب السیر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب: ماجاء فی الغدر، ج:۱، ص:۱۹۱

لوگوں کو اللہ عزوجل کا خوف دلاتے تھے۔ شارح حدیث بیان فرماتے ہیں کہ آپ
عمر رضی اللہ عنہ نے کثرت سے حدیث بیان کرنے سے منع فرمایا، جن احادیث کی کوئی اصل نہ ہواسے نہ بیان
کردیکیوں کہ آپ کے زمانہ میں کتابوں سے زبردستی حدیثیں لینے کا رواج ہو چکا تھا اور اہل
کتاب کی کتابوں میں جو حدیثیں پاتے اسے بھی اخذ کر لیا کرتے تھے اس لیے معاویہ رضی اللہ عنہ
نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ احادیث کے سلسلہ میں عہد فاروقی کی احادیث کی طرف رجوع کریں،
اور آپ کا، معاملہ کو منضبط رکھ کر احادیث میں سختی برتنا اور لوگوں کو عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی
برتری کا خوف دلانا اور لوگوں کو احادیث کی طرف جلد بازی کرنے سے منع فرمانا اور حدیث پر
گواہی کا طلب کرنا، یہاں تک کہ احادیث قرار پاگئی اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مشہور ہوگئی۔ یہ
سب باتیں حضرت معاویہ نے لوگوں کو بتائیں۔

امام بخاری نے محمد بن جبیر مطعم سے حدیث کی تخریج فرمائی کہ وہ بیان کرتے ہیں، میں
قریش کے ایک وفد میں امیر معاویہ کے پاس تھا کہ عبد اللہ بن عمرو حدیث بیان کرنے لگے کہ
عن قریب آپ (معاویہ رضی اللہ عنہ) قحطان کے بادشاہ ہوں گے، یہ سن کر آپ غضبناک ہو گئے
اور کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی شایان شان حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: حمد وصلوۃ کے بعد! مجھے خبر
پہنچی ہے کہ تم میں کے چند لوگ ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جو نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ
اثر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، اور یہ لوگ تمھارے جہلا ہیں تو تم لوگ فضول آرزوں سے
بچو کہ یہ تمھیں گمراہ کردیں گی، کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: "یہ امرِ
خلافت قریشیوں ہی میں رہے گا جب تک قریشی دین پر قائم ہیں۔ جو شخص ان سے دشمنی
رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے منھ کے بل اوندھا دے گا۔"(۱)

گیارہویں فضیلت:۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام کا والی بنایا
باوجودیکہ آپ اُمرا کے اصلاح ومفاسد پر بہت سوچ وچار کرتے تھے اور اس کے بعد حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو برقرار رکھا، معزول نہ کیا۔

---

(۱) صحیح البخاری، باب: مناقب قریش، ج:۱، ص:٤٩٧.

بارہویں فضیلت:- فقہائے کرام آپ کے اجتہاد پر اعتماد کیا کرتے تھے اور تمام صحابہ کی طرح آپ کا مذہب بھی ذکر کرتے، جیسے فقہا کا یہ قول ہے کہ معاذ بن جبل، معاویہ اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم کا یہ مذہب ہے کہ مسلمان کافر کے مال کا وارث ہوگا، اور فقہا اس طرح فرماتا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معراج شریف ایک خواب تھی جیسا کہ اس کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملتی ہے، اور کہیں فقہا اس طرح فرماتے کہ دونوں رکن یمانی کے استلام کا ثبوت حضرات شیخین کریمین کی روایت سے ثابت ہے، اور حضرت معاویہ نے اسے صحیح فرمایا ہے۔

تیرہویں فضیلت:- حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا خلافت کو انہیں سپرد کر دینا، باوجودیکہ آپ کے دست بابرکت پر چالیس ہزار صحابہ کرام نے بیعت کرلی تھی تو اگر وہ اس کے اہل نہ ہوتے تو حسن بن علی خلافت ان کے حوالہ نہ کرتے اور ان سے ضرور جنگ کرتے جیسا کہ آپ کے والد گرامی نے جنگ کی تھی۔

چودہویں فضیلت:- یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ، امام حسن رضی اللہ عنہ کا ادب کیا کرتے اور ان کی خدمت کیا کرتے تھے اور اہل بیت کے فضائل روایت کرتے، اور یہ تمام باتیں ان کی حق پرستی اور جاں نثاری کی دلیل ہے۔ اور جو منازعہ اور مخاصمہ پیش آیا وہ تو تقدیر الٰہی تھی۔

امام احمد نے حضرت معاویہ سے تخریج فرمائی، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زبان اور ہونٹوں کو چوسا کرتے تھے، اور اللہ عزوجل ہرگز ایسی زبان اور ہونٹ کو عذاب نہ فرمائے گا جسے رسول اللہ ﷺ نے چوسا ہو۔ اور قاری ہروی نے شرح مشکوۃ شریف میں عبد اللہ بن بریدہ کی روایت ذکر فرمائی ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو معاویہ نے عرض کی، میں آپ کو ایسا انعام دوں گا کہ آپ سے پہلے میں نے کسی کو نہ دیا اور نہ آپ کے بعد کسی کو دوں گا، پھر آپ کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے چار لاکھ دینار دیے تو آپ نے اسے قبول فرمالیا۔

امام احمد نے تخریج فرمائی کہ ایک شخص نے حضرت معاویہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس بارے میں حضرت علی سے پوچھو وہ زیادہ علم والے ہیں، تو اس شخص نے عرض کی

اے امیر المومنین! آپ کا جواب میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، آپ نے فرمایا تو نے کیا ہی بری بات کہی، تو نے ایسی ہستی کو ناپسند کیا جس کے علم کے سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں عزت بخشا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے کہ "تمھارا تعلق مجھ سے ایسے ہی ہے جیسے حضرت ہارون کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا، مگر فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔" اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کوئی مسئلہ دشوار ہوتا تو آپ حضرت علی ہی سے اسے معلوم کرتے۔ دیگر محدثین کرام نے بھی کچھ اسی طرح کی تخریج فرمائی ہے، اور بعض نے اِن کلمات کا اضافہ فرمایا۔ حضرت معاویہ نے اس شخص سے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ تیرے قدموں کو قائم نہ رکھے" اور پھر اس شخص کا نام رجسٹر سے مٹا دیا۔ تحقیق کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے مسئلہ دریافت فرماتے اور علم سیکھتے تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خود ان کی (عمر) کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ تو ان کے سامنے کوئی مسئلہ آتا تو وہ کہتے یہاں حضرت علی موجود ہیں۔ (ان سے پوچھو)

امام مشغفری نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تک اپنی اسناد پہنچاتے ہوئے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا:" میں حضرت معاویہ کے ساتھ چل رہا تھا کہ آپ نے فرمایا بخدا! میرے نزدیک پوری روئے زمین پر حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب کوئی شخص نہیں ہے۔ (اور حضرت علی، راوی اور حضرت معاویہ کے درمیان چل رہے تھے) اور میں خوب جانتا ہوں کہ وہ ایسی اولاد کے مالک ہوں گے جو اپنے زمانہ میں تمام اہل زمین سے بہتر ہوگی، ان کا آسمان میں ایک نام ہوگا جسکے ذریعہ آسمان والے انھیں پہچانیں گے اور ان کی ایک نشانی ہوگی، ان کے زمانہ میں خوش حالی ہوگی، باطل مردہ ہوگا اور حق زندگی پائے گا اور وہ صالحین کا زمانہ ہوگا۔ وہ اپنے سروں کو بلند کریں گے اور انھیں دیکھیں گے۔

حاکم اور ابن بخاری ہشام بن محمد سے وہ اپنے والد سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:"حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا سالانہ وظیفہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک لاکھ مقرر تھا۔ کسی سال وہ وظیفہ حضرت معاویہ نے روک رکھا تو حضرت حسن پر سخت تنگی آگئی تو آپ نے فرمایا میں نے دوات منگائی کہ حضرت معاویہ کے پاس خط لکھ کر اپنی حالت بیان کروں پھر میں رک گیا، اس کے بعد خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا،

آپ نے مجھ سے فرمایا: " اے حسن! کیسے ہو؟ عرض کی، حضور! بخیر ہوں اور پھر مال رہ جانے کی شکایت کی، فرمایا کیا تم نے روشنائی منگائی تھی تاکہ اپنی ہی جیسی مخلوق کو خط لکھ کر اسے اپنا وظیفہ یاد دلاؤ؟، میں نے عرض کی جی حضور، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ سچ ہے، تو میں کیا کرتا، فرمایا اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اے اللہ عزوجل! میرے دل میں اپنی امیدیں جاگزیں فرمادے اور تیرے ماسوا سے میری امیدوں کو منقطع فرمادے کہ میں تیرے علاوہ کسی سے امید نہ رکھوں، اے اللہ! میری قوت اس سے کمزور نہ ہو اور میرے عمل میں کوتاہی نہ ہو اور اس تک میری رغبت نہ پہنچے اور اس تک میری ضرورت نہ پہنچے اور اولین و آخرین میں سے جسے بھی میں عطا کروں تو میری زبان پر احسان طلبی جاری نہ ہو، یارب العالمین! مجھے اس کے ساتھ خاص فرمادے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں بخدا! پھر ہفتہ بھر میں اس وظیفہ کو لے کر پریشان نہ ہوا، یہاں تک کہ حضرت معاویہ خود ہی کئی لاکھ لے کر میرے پاس آئے، میں نے کہا تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں، جو اسے یاد کرتا ہے وہ اسے نہیں بھولتا ہے اور جو اسے پکارتا ہے وہ ناکام و نامراد نہیں ہوتا ہے۔ پھر میں نے اپنے نانا حضور کو خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا: اے حسن! کیا حال ہے؟ عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بخیر ہوں اور سارا ماجرہ بیان کر دیا تو آپ نے فرمایا اے بیٹے! جو خالق سے امیدیں رکھے اور مخلوق سے امید نہ رکھے تو وہ ایسے ہی ہے (یعنی اسی حالت میں) ہوتا ہے۔

محمد بن محمود آملی نے اپنی کتاب نفائس الفنون میں اس واقعہ کو ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بخدا! حضرت علی جب پکاریں تو وہ شیر کی طرح ہوتے۔ جب ظاہر ہوں تو مکمل چاند کی طرح ہوتے ہیں اور جب سخاوت کریں تو بارش کی مانند ہوتے ہیں، حاضرین میں سے ایک شخص نے آپ سے عرض کی کہ آپ افضل ہیں یا علی؟ فرمایا حضرت علی کے خطوط بھی آلِ ابوسفیان سے بہتر ہیں، تو کہا گیا کہ پھر آپ نے ان سے جنگ کیوں کی؟ فرمایا: بادشاہ بے خیر و برکت ہوتا ہے، پھر فرمایا جو شخص علی کی تعریف میں ان کی شایانِ شان اشعار گنگنائے تو ہر ایک شعر کے بدلے میں اسے ہزار دینار دوں گا۔ چناں چہ ایک شخص نے گنگنایا اور معاویہ کہہ رہے تھے کہ علی مجھ سے افضل ہیں پھر

اس کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے گنگنایا اور جب وہ اپنے اس شعر تک پہنچے۔

قوله:

هو النبأ العظيم وفلك نوح وباب الله وانقطع الخطاب

وہ (حضرت علی) ایک عظیم خبر اور نوح کی کشتی ہیں۔ اور اللہ کے دروازے ہیں، خطاب منقطع ہو چکا ہے۔

تو یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی تحسین فرمائی (داد دی) اور عمرو بن عاص کو سات ہزار دینار عطا فرمائے۔

کتاب صواعق میں مذکور ہے کہ حضرت معاویہ نے ضرار بن حمزہ سے فرمایا: میرے سامنے علی کی صفت بیان کرو، ضرار نے عرض کی، حضور مجھے معاف فرمائیں آپ نے فرمایا تمھیں قسم ہے ضرور بیان کرو تو حضرت ضرار نے عرض کی بخدا! حضرت علی رضی اللہ عنہ باہمت اور باقوت تھے، قولِ فیصل فرماتے اور انصاف سے حکم جاری فرماتے، ان کی چہار جانب سے علم پھوٹتا تھا۔ اپنی زبان مبارک سے حکمت کا نطق فرماتے، دنیا اور اس کی رنگینیاں آپ سے وحشت کھاتیں اور آپ رات اور اس کی خوفناکی سے انسیت حاصل کرتے، بے پناہ آنسو بہاتے، فکر میں ڈوبے رہتے تھے، تھوڑا لباس اور سادہ کھانا پسند فرماتے۔ ہم میں ہماری ہی طرح رہتے جب ہم کچھ مانگتے تو وہ ہمیں عطا کرتے۔ سوال کرتے تو جواب مرحمت فرماتے اور جب ہم انھیں پکارتے تو ہمارے پاس تشریف لے آتے تھے۔ بخدا! ہم ان کے اتنے قریب رہنے کے باوجود ان کی ہیبت و تعظیم کے سبب ان سے گفتگو نہ کر سکتے تھے، وہ دین والوں کی تعظیم فرماتے، مساکین سے قریب رہتے تھے، قوی و بہادر شخص اپنے باطل میں کوئی طمع نہ رکھتا اور کمزور و ناتواں انسان آپ کے انصاف سے مایوس نہ ہوتا تھا۔ یہ واقعہ مشہور ہے کہ میں نے آپ کو ایک جگہ جب کہ رات مکمل طور پر چھا چکی تھی اور تارے جھلملا رہے تھے اپنی داڑھی پکڑے ہوئے سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کی طرح چھٹپٹاتے اور رنجیدہ شخص کی طرح روتے دیکھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ اے دنیا! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دینا، دور ہٹ دور ہٹ، میں تجھے تین بار چھوڑ چکا ہوں اب رجوع نہیں کروں گا، کیوں تیری مدت تھوڑی ہے اور آزمائش بہت زیادہ، ہائے ہائے توشہ کی قلت اور سفر کی درازگی اور راستہ کی ہولناکی۔ یہ

واللہ ... سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا: اللہ ابو حسن پر رحم فرمائے یقیناً وہ ایسے ہی تھے۔

پندرہویں فضیلت:۔ یہ ہے کہ خلیفۂ راشد عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آکر یزید کو امیر المؤمنین کہا تو آپ نے اسے کوڑے لگوائے اور ایک دوسرے شخص نے حضرت معاویہ کی مذمت کی تو اسے بھی کوڑے سے مارا۔

سولہویں فضیلت:۔ ابن عساکر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک ضعیف سند کے ساتھ روایت کی، ابن عباس نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا اور ابو بکر، عمر، عثمان اور معاویہ رضی اللہ عنہم بھی حاضر تھے کہ دریں اثنا حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم علی سے محبت رکھتے ہو؟ عرض کی ہاں! ضرور محبت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عن قریب تمہارے درمیان منازعہ ہوگا، حضرت معاویہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا اور راضی ہو جائے گا، حضرت معاویہ نے عرض کی ہم اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ لہٰذا اسی موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

"وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ"(۱)

اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں جنگ وجدال نہ کرتے، لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

سترہویں فضیلت:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا: "اللہ تعالیٰ ان (حسن رضی اللہ عنہ) کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعت کے درمیان صلح فرمائے گا۔"(۲)

اٹھارہویں فضیلت:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میری سنت کو بدلنے والا سب سے پہلا بنو امیہ کا ایک شخص ہوگا جسے یزید کہا جائے گا" رؤیانی نے اس حدیث کو ابو درداء سے روایت کیا ہے۔

ابو علی نے ابو عبیدہ سے سندِ ضعیف کے ساتھ مرفوعاً روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

---

(۱) سورۃ بقرہ: ۲۵۳

(۲) صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابنی هذا سید، ج:۱، ص:۳۷۳.

دعایا گرامی ہے: "میری امت کا معاملہ انصاف کے ساتھ قائم رہے گا یہاں تک کہ وہ پہلا شخص جو اس میں رخنہ ڈالے گا بنوامیہ کا ایک شخص ہوگا جسے یزید کہا جائے گا۔" تو یہ حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت کی مخالفت نہیں کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً حدیث مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "۶۰ھ کی ابتدا اور لونڈوں کی حکومت سے پناہ چاہو"(۱) امام احمد نے اسے روایت کیا ہے۔ تاریخ ہجری یا یا وفات اور یزید اور اُموی حکام کی حکومت مراد لی ہے۔

مشہور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کو دیکھا کہ وہ یزید کو اٹھائے ہوئے ہیں تو فرمایا کہ جنتی، جہنمی کو اٹھائے ہوئے ہے، حالاں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیوں کہ یزید عثمانی دورِ خلافت میں پیدا ہوا تھا جیسا کہ ابن اثیر نے "جامع" میں ذکر کیا ہے۔

انیسویں فضیلت:- آپ کی وفات کا واقعہ ہے۔ مؤلف مشکوٰۃ نے فرمایا: آپ کی وفات ۷۸ برس کی عمر شریف میں مقام دمشق میں ماہ رجب میں ہوئی، آپ کو عمر کے آخری حصہ میں لقوہ کا مرض لاحق ہو گیا تھا اور آپ ان ایام میں کہا کرتے تھے کہ کاش میں قریش کا ایک شخص ہوتا، ایک کنارے پڑا ہوتا اور ایسا کچھ معاملہ نہ دیکھتا، آپ کے پاس حضور کی ازار شریف، چادر، قمیص اور آپ کے ناخن اور بال کے کچھ حصے تھے۔ آپ نے مرض وفات میں فرمایا: مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیصِ مبارک میں کفن دو، آپ کی چادر شریف میں لپیٹ دو، آپ کی ازار پاک سے باندھ دو، اور میری پیشانی، اعضائے سجدہ اور ٹھوڑی کو آپ کے ناخن اور بال مبارک سے پُر کر دو اور مجھے ارحم الرّاحمین کے حوالہ کر دو۔

بیسویں فضیلت:- امام الائمہ امام مالک رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: جس نے کسی صحابہ کو گالی دی، خواہ ابو بکر کو یا عمر، یا عثمان یا معاویہ یا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو اس طرح کہے کہ وہ گمراہ تھے یا انھوں نے کفر کیا، یا قتل کیا، یا ان کلمات کے بغیر لوگوں کی بیہودگی (بیہودہ باتوں) کی طرح گالی دی تو وہ سخت عذاب میں گرفتار کیا جائے گا۔

(۱)مسند احمد،مسند ابی هريره،(۲/۲۲۹تا ۵٤۱)ص:٥٤١٠مابین ۷۷۵، بیت الافکار الدولية

بارہویں فصل

صلح کا ذکر، یہ ایک معجزہ ہی تھا

ابو بکرہ ثقفی سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر تشریف فرما دیکھا، آپ کے بغل میں حضرت حسن تھے، کبھی آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حضرت حسن کی طرف اور یہ فرماتے: "میرا یہ بیٹا سردار ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح فرمائے گا۔"(۱)

ابو بکرہ ثقفی سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آتے (اور آپ اس وقت بچے تھے) تو جب جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے حضرت حسن آپ کی گردن اور پیٹھ پر سوار ہو جاتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ سے سر مبارک اٹھاتے یہاں تک کہ حضرت حسن کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیتے، صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو اس بچے کے ساتھ جو کرتے دیکھا کسی کے ساتھ نہ دیکھا۔ فرمایا: "یہ میرا دنیا کا پھول ہے بے شک میرا یہ بیٹا سید ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے مابین صلح کرائے گا۔"(۲)

جامع اصول میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے پہاڑوں کی مثل لشکروں کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سامنا کیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی، میں ایسے لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو اس وقت تک نہیں پھریں گے جب تک اپنے ہم پلہ کو قتل نہ کر دیں، تو ان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا خیال ہے اگر یہ لوگ ایک دوسرے کو قتل کر دیں، تو میرے لیے مسلمانوں کے امور، ان کی عورتوں اور سامانوں کا ذمہ دار کون ہو گا؟ پھر قریش کے دو شخص

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلح، ج:۱، ص:۳۷۲

(۲) صحیح ابن حبان بتحقیق الأرناؤط، ج:۹، ص:۵۷.

عبد الرحمٰن بن سمرہ اور عبد اللہ بن عامر کو حضرت حسن کے پاس بھیجا تو وہ دونوں آپ کے پاس حاضر ہوئے، آپ سے صلح طلب کی، ان دونوں سے حضرت حسن نے فرمایا: میں عبد المطلب کی اولاد ہوں، ہمیں یہ مال مل چکا ہے اور اس قوم نے فتنہ برپا کر رکھا ہے، چناں چہ آپ نے صلح کر لی۔

(ملّا علی) قاری ہروی نے شرح مشکوٰۃ میں ذخائر سے روایت نقل کی۔ ابو عمرو نے فرمایا:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو چار ہزار سے زائد لوگوں نے آپ سے بیعت کر لی۔ یہ تمام وہی لوگ تھے جنھوں نے اس سے پہلے آپ کے والد گرامی (حضرت علی) سے بیعت کی تھی کہ مر مٹیں گے لیکن ساتھ نہ چھوڑیں گے، اور یہ تمام لوگ حضرت حسن کے لیے زیادہ پُر جوش اور زیادہ راغب تھے۔ چناں چہ آپ سات ماہ عراق اور خراسان کے ماوراء النہر کے خلیفہ رہے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف چلے اور معاویہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کی طرف لشکر لے کر نکلے۔ جب ارض سوا میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو یقین ہو گیا کہ دونوں گروہوں میں سے کوئی بھی اس وقت تک غالب نہ ہو گا جب تک ہر دو گروہ کے اکثر افراد قتل نہ ہو جائیں، یہ دیکھ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھ کر بھیجا کہ وہ انھیں اس شرط پر خلافت سپرد کر دیں گے کہ وہ اہل مدینہ، حجاز اور عراق میں سے کسی شخص کو، یا کسی چیز کو جو حضرت علی کے زمانہ میں تھی طلب نہ کریں تو معاویہ نے جواب دیا، آپ نے غیر معقول بات کہی، تو آپ نے رجوع کر لیا پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب قیس بن سعد کو پاؤں گا تو اس کی زبان اور ہاتھ کاٹ ڈالوں گا تو اس پر بھی آپ نے رجوع کر لیا کہ تب میں آپ کی بیعت نہ کروں گا، آخر میں حضرت معاویہ نے انھیں ایک سفید چٹھی بھیجی اور کہا، جو چاہو لکھ دو میں اسے اپنے لیے لازم کر لوں گا لہٰذا دونوں نے صلح کر لی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ شرط رکھی کہ ان کے بعد امر خلافت آپ کے (حضرت حسن کے) لیے ہو گی۔

عارف محقق محمد بن محمد حافظی بخاری جو خواجہ محمد پارسا سے مشہور تھے اور اہل بیت سے شدید محبت رکھتے تھے، ان کی کتاب فصل خطاب میں ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا: جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت کا معاملہ حضرت معاویہ کے حوالہ کر دیا تو اس کا نام "سنة الجماعة" رکھا گیا اور ایک شیعہ نے گستاخانہ لہجہ میں حضرت حسن سے کہا: اے مؤمنین کو ذلیل

کرنے والے! آپ نے فرمایا: "نہیں" میں تو مؤمنین کو عزت عطا کرنے والا ہوں، میں نے اپنے والد حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حضرت معاویہ کی سرداری کو ناپسند نہ کرنا، کیوں کہ وہ میرے بعد اس معاملہ میں آزمائے جائیں گے اور اگر تم انھیں نہ پاؤ تو ضرور ایسے سرداروں کو دیکھو گے جو اپنے دین سے ہٹے ہوئے ہوں گے گویا کہ وہ اندرائن کے درخت ہیں۔

اور حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے یہ حدیث مرفوعًا مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے معاویہ! بے شک تم امر خلافت کے والی بنائے جاؤ گے تو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔"(۱) حضرت معاویہ فرماتے ہیں: "تو میں یہ گمان کرتا رہا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمان کی وجہ سے کسی معاملہ میں آزمایا جاؤں گا یہاں تک کہ میں حقیقت میں آزمایا گیا۔"

نکتہ:- جب آپ، رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمان "فئتین عظیمتین من المسلمین" پر غور فرمائیں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ دونوں فریق باعظمت اور قابل تکریم ہیں اور حدیث پاک اسی عظمت پر دلالت کر رہی ہے۔

تیرہویں فصل

حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی طعن و تشنیع کے جواب میں

معلوم ہونا چاہیے کہ ہم حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یا کسی صحابی کے بارے میں عصمت و پاک دامنی کا بالکلیہ دعویٰ نہیں کرتے، کیوں کہ یہ تو صرف انبیا و ملائکہ کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ اس کی تحقیق علم کلام میں کی گئی ہے۔ البتہ کچھ وہ باتیں جو انبیاے کرام سے سہواً یا طبیعت بشریہ کے تقاضہ کے تحت صادر ہوئیں انھیں لغزش کہا جائے گا اور ترکِ افضل کا نام دینا زیادہ افضل ہے۔ اور اگر کسی صحابی سے صادر ہو تو یہ ممکن ہے، محال نہیں، اور جب تشاجر، (ان کے آپسی سبّ و شتم) اور ایسے امور واقع ہوئے جو وحشت دلاتے ہیں تو اس میں غور و فکر کرنا چاہیے۔ ہم اہل سنت و جماعت کا مذہب تو یہ ہے کہ ان کی تاویلوں میں کوشش کی جائے اور جب تاویل کرنا ممکن نہ ہو

(۱) مسند احمد، حدیث معاویہ بن ابی سفیان، ج: ۴، ص: ۱۰۱، دار الفکر بیروت.

تو روایت تشاجر کورد کر دینا ضروری ہے اور سکوت اور ترکِ طعن بھی واجب ہے، اس لیے کہ قطعی طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تمام کی مغفرت اور بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور حدیث پاک میں یہ الفاظ مذکور ہیں "ان النار لا تمسھم" آگ انھیں نہ چھوئے گی۔ اور ان کی مذمت کرنے والوں کے حق میں بڑی وعیدیں آئی ہیں، لہذا تمام صحابۂ کرام کے لیے حسنِ ظن اور ان کا ادب ہر ایک مسلمان پر واجب ہے۔ یہی سلفِ صالحین، فقہاو محدثین کرام کا مذہب ہے اور اسی پر ثابت قدمی کی ہم دعا کرتے ہیں۔ اکثر وبیشتر لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں زبانِ طعن دراز کی ہیں، ہو سکتا ہے اس میں کچھ حکمت ہو کہ ان کی طرف سے یہ باتیں صادر ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک ان کے لیے نیک اعمال کو جمع کرنے کا ارادہ فرمایا، اور قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: "وَعَسٰٓی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ "(۱)

"ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالاں کہ وہ تمھارے لیے بہتر ہو۔"

پہلا اعتراض: ان کے بارے میں طعن کرنے والے بعض محدثین کرام بھی گزرے ہیں۔ انھیں میں سے مجد شیرازی بھی ہیں۔ کتاب سفر سعادت میں ان لوگوں نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل کی حدیث صحیح نہیں ہے، اسی طرح ابن ابی ملیکہ کی حدیث بخاری شریف کا ایک عنوان ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ کا ذکر کیا اور فضائل ومناقب بیان نہیں کیے۔

جواب: یہ ہے کہ دو حدیثیں گزری ہیں، ایک امام احمد کی مسند سے، دوسری سنن ترمذی سے، تو اگر فضیلت کی حدیث کے صحیح نہ ہونے کا قول کر کے اس کے ثابت ہی نہ ہونے کا ارادہ کیا ہے تو یہ قول مردود ہے کیوں کہ محدثین کرام کے مابین یہ طے شدہ ہے۔ لہٰذا اسے مردود ماننے میں کوئی حرج نہیں۔ اور عام احکام وفضائل تو حدیثِ حسن ہی سے ثابت ہو جاتے ہیں۔ اور مسند اور سنن میں جو احادیث ہیں وہ درجۂ حسن سے کم نہیں، اور تحقیق کہ فن حدیث میں یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ فضائل کے باب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے تو درجۂ حسن والی حدیث پر عمل کرنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔ اور میں نے امام مجد الدین بن اثیر صاحب میزانِ جامع کے کلام کی بعض معتبر کتابوں میں فضیلتِ معاویہ کے باب میں

(۱) البقرہ:۲۱٦

مسندِ امام احمد کی صحیح حدیث دیکھی۔ (لیکن فی الوقت یہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی) اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے سفر سعادت کی شرح میں کوئی تصنیف نہیں فرمائی، آپ نے مصنف کے کلام کو برقرار رکھا اس سلسلے میں ان کا تعاقب نہ کیا۔ رہا امام بخاری کے عمل کا جواب تو انھوں نے کلام میں تفنن پیدا کیا، اسامہ بن زید، عبداللہ بن سلام اور جبیر بن مطعم بن عبداللہ کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا کہ ان لوگوں کے فضائل جابجا بیان کیے۔

دوسرا اعتراض: امام مسلم رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تخریج فرمائی کہ ابن عباس نے فرمایا: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں آپ کو دیکھ کر دروازہ کے پیچھے چھپ گیا، پھر آپ کچھ قدم چل کر میرے پاس آئے اور فرمایا: جاؤ معاویہ کو بلالاؤ، ابن عباس فرماتے ہیں: میں لوٹ کر آیا اور کہا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں پھر آپ نے مجھے بلانے بھیجا تو دوبارہ آکر میں نے یہی کہا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کبھی اس کو شکم سیری عطا نہ فرمائے۔

جواب: یہ ہے کہ ایسے کلمات کہنا عربوں کی عادت تھی۔ جیسے "قاتله الله ماأكرمه" اسے ہلاکت ہو اس نے کیا ہی اچھی تعظیم کی، "ويل لأمه وأبيه ما أجوده" اس کے والدین کے لیے ویل ہے کیا ہی عمدہ کام کیا، عربوں کے نزدیک ان کلمات کا حقیقی معنی مراد نہیں لیا جاتا تھا، یہ تو ان کا تکیہ کلام تھا۔ اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے کہ لعنت فرمائی تو بھی اللہ تعالیٰ ان کلمات کو ان کے لیے رحمت اور قربت بنا دے گا، جیسا کہ حدیث سے اس کی صحت ثابت ہے اور امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح میں ایک باب باندھا اور فرمایا: یہ باب ہے ان لوگوں کے بیان میں جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی، یا برے الفاظ ارشاد فرمائے یا دعائے بد فرمائی اور وہ شخص اس قابل نہ تھا تو یہ سب باتیں اس کے لیے ستھرائی، اجر اور رحمت ہوگی، اور اس سلسلہ میں احادیث وارد ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اپنے رب سے کس بات پر شرط لگائی ہے؟ میں نے عرض کی، اے اللہ! میں بشر ہوں تو جس کسی مسلمان پر لعنت کروں، یا نامناسب الفاظ کہوں تو

اس کے لیے ستھرائی اور رحمت بنادے۔"(۱)

حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: "اے اللہ! میں تجھ سے ایک عہد لیتا ہوں، تو ہرگز اس کے خلاف نہ فرمانا، میں تو ایک بشر ہی ہوں تو جس مسلمان کو میں تکلیف دوں، نامناسب الفاظ سے پکاروں، لعنت کروں یا کوڑے سے ماروں تو اس کے لیے رحمت و ستھرائی اور قربت بنادے جس کے سبب تو اسے قیامت کے روز اپنی بارگاہ کا قرب نصیب فرمائے۔"(۲) اور ایک روایت میں قدر زیادتی کے ساتھ ہے "اے اللہ! میں محمد ﷺ بشر ہی ہوں ویسا ہی غضب فرماتا ہوں جیسا بشر غصہ کرتا ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً روایت ہے: "میں نے اپنے رب سے شرط لگائی اور کہا: میں تو بشر ہوں ویسا ہی خوش ہوتا ہوں جیسا کہ بشر خوش ہوتا ہے اور ویسا ہی ناراض ہوتا ہوں جیسا بشر غصہ کرتا ہے۔ تو میں اپنے کسی بھی امتی کے لیے دعائے بد فرماؤں جو اس کا اہل نہ ہو تو تو اسے اس کے لیے پاکیزگی، ستھرائی اور قربت کا ذریعہ بنادے جس کے ذریعہ قیامت کے دن تو اسے اپنا قرب عطا فرمائے۔"(۳) اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت معاویہ کے ساتھ ایسا ہی کیا لہٰذا انھیں روئے زمین کا مالک بنایا تھا۔

تیسرا اعتراض: امام ترمذی نے یوسف بن سعید سے تخریج فرمائی کہ انھوں نے فرمایا: ایک شخص حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے سامنے معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کے بعد کھڑا ہوا اور کہا: آپ نے مسلمانوں کے چہرے پر کالک پوت دی یا یہ کہا اے مسلمانوں کے چہروں کو سیاہ کرنے والے! حضرت حسن نے فرمایا: مجھے ملامت نہ کرو، اللہ تم پر رحم فرمائے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے بنو امیہ کو منبر پر دیکھا تو آپ کو یہ بات ناگوار گزری، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی "اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ" محمد ﷺ! ہم نے تمھیں کوثر عطا فرمایا یعنی

(۱) صحیح مسلم، باب: من لعنه النبي ﷺ، ج: ۲، ص: ۳۲۳، مجلس برکات
(۲) صحیح مسلم، کتاب البرّ والصلة، ج: ۲، ص: ۳۲٤، مجلس برکات.
(۳) مصدر سابق.

جنت میں ایک نہر عطا فرمائی۔ اور یہ آیت شریف: "اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ① وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ② لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ" تک نازل فرمائی۔ اے محمد ﷺ! اس کے مالک تمھارے بعد بنوامیہ ہوں گے۔ قاسم بن فضل کہتے ہیں کہ جب ہم نے بنوامیہ کے دور حکومت کے ماہ شمار کیے تو ہزار مہینے نکلے نہ اس سے کم نہ زیادہ۔ امام ابن اثیر نے جامع میں فرمایا کہ بنوامیہ کا دورِ حکومت تراسی سال چار مہینہ رہا اور امام حسن کا امیر معاویہ کی بیعت کرنا نبی ﷺ کی وفات سے تیس سال کے ابتدا پر تھا اور ان کی حکومت ابو مسلم خراسانی پر ہوئی تو یہ کل ۹۲/ سال ہوئے، اس میں سے حضرت ابن زبیر کی خلافت آٹھ سال آٹھ ماہ کو نکال لیا جائے تو ہزار مہینے بچیں گے۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ تین قبیلوں کو ناپسند فرماتے تھے، ثقیب، بنو حنیفہ اور بنوامیہ۔ امام ترمذی نے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

جواب: یہ ہے کہ مطلقاً بنوامیہ کی مذمت مقصود نہیں ہے۔ کیوں کہ عثمان بن عفان اور خلیفۂ راشد عمر بن عبد العزیز بھی انھیں میں سے تھے اور یہ دونوں حضرات باجماعِ اہل سنت ہدایت کے امام تھے، آپ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار صرف اس لیے فرمایا کہ یزید بن معاویہ، عبید اللہ بن زیاد اور مروان بن حکم کی اولاد کی جانب سے سنت کی مخالفت، ایذائے صحابہ اور رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے ساتھ بد سلوکی جیسے گھنونے واقعات پیش آنے والے تھے۔ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ یہ امرِ خلافت بنوامیہ کے لیے ہو جائے اور یہ کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اہل بیت نبوت کے لیے بہتر ہے۔

چوتھا اعتراض: امام مسلم نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے تخریج فرمائی کہ انھوں نے فرمایا: حضرت معاویہ بن ابوسفیان، سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا: تمھیں ابو تراب کو گالی دینے سے کیا چیز منع کرتی ہے؟ عرض کی تین باتیں ایسی ہیں جنھیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمائیں لہٰذا ہرگز میں برا نہ کہوں گا، پھر آپ ﷺ کا

ارشاد بیان فرمایا: "تمھاری حیثیت میرے نزدیک ویسی ہی ہے جیسی حضرت ہارون کی حضرت موسیٰ کے نزدیک تھی۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"(۱) رسول اللہ ﷺ کا خیبر کے دن ارشاد فرمانا کہ میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں، یہ حضرت علی کے بارے میں ہی فرمایا تھا۔ اور جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے علی، فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا: "اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں"(۲) اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی کو گالی دینے کا حکم کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

جواب: یہ ہے کہ صحیح مسلم شریف کی شرح میں ذکر ہے کہ اس کی تاویل کرنا ضروری ہے کہ حضرت معاویہ کی مراد یا تو حضرت علی کی خطائے اجتہادی اور اپنی صحت و صواب کو ظاہر کرنا تھا کہ حضرت علی نے اجتہاد میں غلطی کی ہے اور میں اپنے اجتہاد میں صحیح راہ پر ہوں، اور یا تو اس سے مراد یہ تھی کہ انھوں نے ایسی قوم کے بارے میں سنا تھا جو حضرت علی کو گالیاں دیتی تھیں تو بزبان سعد حضرت علی کی فضیلت و برتری ظاہر کر کے اس قوم کو اس بری حرکت سے روکنا تھا اور ایک مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس جملہ میں حکم نہیں ہے بلکہ ان کو گالی نہ دینے کا سبب دریافت کرنا تھا، گویا یہ ایک سوال تھا، اور حضرت معاویہ نے حضرت علی کی کنیت ابو تراب سے انھیں کے بارے میں سوال کیا تو یہ کوئی طعن نہیں ہے، کیوں کہ آپ کی کنیت ابو تراب حضور ﷺ نے رکھی تھی تو ضروری ہے کہ انھیں ان کی کنیت سے پکارا جائے۔

پانچواں اعتراض: اعتراض یہ ہے کہ آپ کے عہد میں اور آپ ہی کی جانب سے بدعت کا ظہور ہو چکا تھا چناں چہ شرحِ وقایہ میں ہے: "مدعی پر قسم کو لوٹانا بدعت ہے" اور اس کا سب سے پہلے فیصلہ کرنے والے حضرت معاویہ ہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت معاویہ ہی نے سب سے پہلے ہجڑوں کو خادم بنایا اور اپنے ہی بیٹے کو خلیفہ۔

(۱) صحیح مسلم، باب: من فضائل علی بن ابی طالب، ج:۲، ص:۲۷۸
(۲) مصدر سابق.

جواب: یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بہتر جانتے تھے اس بات کی گواہی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دی ہے، اور اللہ رب العزت ہی صحیح اور غلط کا خوب جاننے والا ہے۔ اور آپ نے اپنے بیٹے کو اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی تھی جو اس نے پوری نہیں کی، اور اگر حضرت حسن بن علی زندہ ہوتے تو آپ اپنے معاہدہ کے مطابق خلافت انھیں کو سپرد کر دیتے۔

چھٹا اعتراض: یہ ہے کہ حضرت معاویہ نے حسن بن علی کو زہر دینے کا حکم دیا۔

جواب:۔ یہ ایک بہت بڑا بہتان ہے اور مؤرخین کی خرافات ہے۔ لہٰذا اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

ساتواں اعتراض: علامہ سعد الدین تفتازانی نے تلخیص کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حالتِ مرض میں تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کی عیادت کو تشریف لائے، آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار گنگنائے۔ ؎

وتجلدی للشامتین اُریهم — انی لریب الدهر لا أتضعضع

وإذا لمنية انشبت اظفارها — الفيت كلّ تميمة لا تنفع

میری دلیری میری مصیبتوں پر خوش ہونے والوں کے لیے ہے میں انھیں دکھا رہا ہوں کہ میں گردش زمانہ ہوں، میرے پاؤں متزلزل نہ ہوں گے۔

اور جب موت اپنا پنجہ گاڑ دے تو ہر وہ تعویذ جسے تو لٹکائے کوئی فائدہ نہ دے گا۔

جواب:۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے، اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی اس میں یہ صراحت نہیں کہ ان کی مراد حضرت معاویہ ہی ہوں۔

آٹھواں اعتراض: یہ ہے کہ آپ نے حضرت حسن کی وفات کی بشارت مانگی۔ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت معاویہ کے پاس حاضر ہوئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا کہ اہل بیت کے بارے میں کوئی بڑا حادثہ بیان کیجیے، تو ابن عباس نے عرض کی، میں نہیں جانتا مگر اتنا جانتا ہوں کہ میں تمھیں وفات کی خوش خبری طلب کرنے والا دیکھ رہا ہوں۔

جواب: مؤرخین کا اس معاملہ میں کوئی اعتبار نہیں، اور اگر مان لیا جائے تو یہ بھی ہو

سکتا ہے کہ آپ کسی دوسرے معاملہ کی بشارت چاہ رہے ہوں۔

نواں اعتراض: نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: "تمھیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی"[1] اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

جواب: اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علی کے خلاف خروج کیا تھا، انھوں نے امام برحق کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا مگر یہ کہ بغاوت اجتہادی تھی، معاف کردی جائے گی۔ ملّا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں ذکر کیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کی تاویل کیا کرتے تھے کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کے طلب گار ہیں۔ لہٰذا ہم "بَغْیٌ" سے قصاص کے باغی ہوئے (جس کا معنی ہے چاہنا طلب کرنا ہے)

دسواں اعتراض: یہ واقعہ کئی طرق سے مذکور ہے کہ اہل شام نے محدث جلیل ابو عبد الرحمن احمد نسائی سے عرض کیا کہ وہ انھیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث سنائیں، آپ نے فرمایا: میں حدیث "لا اشبع اللہ بطنہ" کے علاوہ ان کے تعلق سے کوئی حدیث نہیں جانتا، اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ نے جواب کچھ اس طرح ارشاد فرمایا تھا، کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات سے خوشی نہ ہوگی کہ وہ سردار بنیں جب ایک سردار وفات پاجائے اور فضیلت مانگے، تو ان لوگوں نے انھیں مار مار کر شہید کردیا۔

جواب: یہ ہے کہ ان لوگوں (اہل شام) نے ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حضرت معاویہ کی فضیلت چاہی تو وہ (احمد نسائی) ان کی بے ادبی سے ناراض ہوگئے۔ اور یہ تو انھوں نے اچھا ہی کیا تھا مگر وہ حد سے تجاوز کر بیٹھے اور ایسی بات بول دی جس سے صحابی پر طعن کا وہم ہوتا ہے انسان سے خطا تو واقع ہو ہی جاتی ہے، اور یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ کی ان کلمات سے مدح کرنے کا ارادہ کیا جو احادیث میں زکاۃ (ستھرائی) اجر (اچھا بدلہ) اور رحمت جیسے الفاظ آئے ہیں۔ مگر وہ لوگ اسے نہ سمجھ سکے، اور حضرت علی پر حضرت معاویہ کی عدم

[1] صحیح مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعۃ، ص: ۳۹۵، مجلس برکات.

فضیلت کا انکار کر بیٹھے، لہٰذا ان باتوں سے غافل ہو کر ان لوگوں نے امام احمد نسائی کو مارا۔

گیارہواں اعتراض: احادیث صحیحہ اور احادیث حسان میں متعدّد مقامات پر اس شخص کے لیے وعید آئی ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا یا ان سے جنگ کی۔

جواب: یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تو ان صحابۂ کرام نے بھی جنگ کی تھی جو قطعی اور یقینی طور پر جنتی ہیں، جیسے حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم۔ لہٰذا احادیث وعید کو غیر صحابہ پر محمول کرنا واجب ہے۔ جیسے حروریہ، یا اس حدیث کو ان لوگوں کے ساتھ خاص کیا جائے گا جو ان سے تعصب رکھتے تھے اور مجتہد نہ تھے۔

بارہواں اعتراض: تیس سال والی حدیث حضرت سفینہ سے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خلافت تیس سال رہے گی پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی"(۱) پھر حضرت سفینہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کی خلافت دو سال لے لو، حضرت عمر کی دس سال، حضرت عثمان غنی کی ۱۲ر سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی ۶ر سال (امام احمد، ترمذی اور ابو داؤد) امام احمد و ترمذی، ابو یعلیٰ اور ابن حبان رضی اللہ عنہم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میرے بعد میری امت میں خلافت تیس سال رہے گی اس کے بعد بادشاہت ہوگی" امام بخاری نے تاریخ میں اور حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی کہ خلافت مدینہ شریف میں رہے گی اور حکومت ملک شام میں۔"

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ نہیں تھی کہ تیس سال کے بعد خلافت بالکل رہے گی ہی نہیں، کیوں کہ بارہ خلفا کی حدیث صحیح طور پر ثابت ہے بلکہ اس سے مراد وہ خلافت تھی جو کامل ہو، سنت جاریہ کی مخالفت کے شائبہ سے بھی پاک ہو۔

ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اگرچہ عالم تھے، متقی و زاہد تھے، عادل تھے، علم، ورع اور عدالت میں خلفائے اربعہ سے کم تھے، جیسے اولیائے کرام، بلکہ ملائکہ اور انبیا علیہم السلام کے درمیان تفاوت ہوا کرتا ہے، بعض، دوسرے بعض سے افضل ہوا کرتے ہیں۔

---

(۱) شرح السنة، جزء: ١٤، ص: ٥١٦، المكتبة الشاملة.

لہٰذا آپ کی امارت اگرچہ صحیح ہے، صحابہ کا اس پر اجماع بھی ہے اور حضرت حسن کا انھیں خلافت سپرد کر دینا بھی ثابت ہے، مگر یہ کہ اس خلافت کا منہج، پہلی خلافتوں سے کچھ ہٹ کر تھا، حضرت معاویہ نے مباحات کا دائرہ وسیع فرما دیا تھا جب کہ خلفائے اربعہ اس سے بچا کرتے تھے۔ ہو سکتا ہے آپ کا مباحات میں وسعت فرمانا اس لیے ہو کہ آپ کو خیال ہو کہ قیامت تک پیدا ہونے والے عامۃ الناس کی ہمتیں پست ہو جائیں گی، اگرچہ اس زمانہ میں اس طرح کے لوگ نہ پائے گئے لیکن بعد کے زمانے والوں میں تو ممکن تھا جیسا کہ آپ خود اس سے باخبر ہیں، اور عبادات و معاملات کے سلسلہ میں خلفائے اربعہ کا رجحان تو ظاہر ہی ہے، کسی پر پوشیدہ نہیں۔

چودھویں فصل

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ذکر میں

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ اور ابو محمد تھی اور آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے وزیر تھے۔

امام ترمذی نے عتبہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً حدیث کی تخریج فرمائی (اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد قوی نہیں ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگ ایمان لے آئے اور عمر بن عاص نے بھی اسلام قبول کر لیا یعنی کفارِ قریش فتح مکہ کے دن خوف و دہشت کی وجہ سے اسلام لائے اور عمرو بن عاص فتحِ مکہ سے ایک یا دو سال قبل ہی رغبت و شوق سے مسلمان ہو چکے تھے۔"

ابن ملک نے کہا: جب نجاشی بادشاہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کیا تھا اسی وقت سے آپ کے قلب مبارک میں اسلام کی عظمت گھر کر چکی تھی، چناں چہ آپ حضور کی بارگاہ میں مومن ہونے کی نیت سے آئے اور کسی نے آپ کو اسلام کی دعوت بھی نہ دی تھی۔ لہٰذا مدینہ منورہ آئے اور مشرف باسلام ہو گئے۔ امام ذہبی نے فرمایا: آپ، حضرت خالد اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم ۸ھ میں صفر کے مہینے میں ہجرت کر کے مدینہ آئے۔

آپ سے آپ کے بیٹے عبد اللہ اور آپ کے غلام ابو قیس، قیس بن ابو حازم، ابو عثمان نہدی، قبیصہ بن ذویب، ابو مرہ حضرت عقیل کے غلام، عبد الرحمن بن شماسہ اور عروہ بن زبیر اور بھی دیگر صحابۂ کرام نے روایت احادیث بیان کی ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن عاص، حضرت علی، حضرت ابو بکر، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے لیے جھنڈا مقرر فرمایا تھا اور یہ آپ رضی اللہ عنہ کی وحشت کے ازالہ اور آپ کی انسیت کے لیے تھا، اس لیے کہ آپ قبلِ اسلام مسلمانوں سے سخت عداوت رکھتے تھے۔

تاریخ ذہبی میں حضرت حماد بن سلمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث اخذ کی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "عاص کے دونوں بیٹے مومن ہیں، عمرو اور ہشام۔"

عبد الجبار بن ورد نے ابن ابو ملیکہ سے روایت کی، انھوں نے حضرت طلحہ سے، حضرت طلحہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "وہ گھر والے کیا ہی اچھے ہیں، ابو عبد اللہ اور ام عبد اللہ۔"

امام مسلم نے اپنے صحیح میں ابو شماسہ مہری سے حدیث کی تخریج فرمائی، حضرت ابو شماسہ مہری نے فرمایا: ہم حضرت عمرو بن عاص کے پاس اس حالت میں حاضر ہوئے کہ آپ جانکنی کے عالم تھے، آپ کافی دیر تک روتے رہے اور اپنا چہرا دیوار کی طرف پھیر لیا، آپ کے صاحبزادے کہنے لگے اے والد محترم! کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں؟ تو فرمایا ہم جسے سب سے افضل شمار کرتے ہیں وہ شہادت ایمان یعنی لا إله إلا الله محمد رسول الله ہے۔ میں تین حالتوں پر رہا ہوں، میں نے خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والا پایا، اور میں ہی آپ کے قتل پر سب سے زیادہ حریص تھا کہ کسی طرح موقع پا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) قتل کر دوں، پس اگر میں اسی حالت پر مرجاتا تو ضرور جہنمی ہوتا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں نور ایمان داخل کر دیا تو میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کی، حضور! اپنا دست اقدس بڑھائیے، مجھے آپ سے بیعت کرنی ہے، آپ نے بڑھایا تو میں نے اپنی مٹھی باندھ لی، آپ نے فرمایا: اے عمرو! کیا بات

ہے؟ میں نے عرض کی، حضور! میں شرط رکھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کیا شرط ہے تمھاری؟ میں نے عرض کی، آپ مجھے بخشوا دیجیے فرمایا کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے گناہوں کو ڈھا دیتا ہے اور ہجرت بھی ان گناہوں مٹا دیتی ہے جو قبل ہجرت واقع ہوئے تھے۔ اور حج کا بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔ اور ایک زمانہ ایسا آیا کہ میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے محبوب کوئی شخص نہ تھا اور نہ ہی میری نگاہوں میں آپ سے زیادہ کوئی عظمت والا تھا یہاں تک کہ میں آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا، اور اگر مجھ سے آپ کے اوصاف بیان کرنے کو کہا جاتا تو میں نہ کر سکتا تھا کیوں کہ میں نے کبھی آپ کو آنکھ بھر کر دیکھا ہی نہیں تھا اور اگر میں اسی حالت پر مر جاتا تو امید تھی کہ میں جنتی ہوتا۔ پھر مجھے کچھ چیزوں کا والی بنا دیا گیا تو مجھے خود نہیں معلوم کہ اس میں میری حالت کیسی رہی۔ اب اگر فوت ہوتا ہوں تو نہ نوحہ کرنے والی میرا ساتھ دے گی اور نہ آگ، پس جب تم لوگ دفن کر دو تو مجھ پر مٹی ڈال کر اسے اچھی طرح پختہ کر دو پھر میری قبر کے ارد گرد اتنی دیر تک کھڑے ہو جاؤ کہ جتنی دیر تک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے، کیوں کہ مجھے تم لوگوں سے انسیت ملے گی اور میں دیکھوں گا کہ میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب لوٹاتا ہوں۔

ابن عساکر رضی اللہ عنہ نے بطریقِ ابن وھب حرملہ بن عمران سے، انھوں نے سالم سے، اور سالم نے ابن عمر سے روایت بیان کی، ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! میں ابوسفیان پر لعنت کرتا ہوں، اے اللہ! میں حارث بن ہشام پر لعنت بھیجتا ہوں، اے اللہ! میں صفوان بن امیہ پر لعنت کرتا ہوں۔"(۱) تو پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ "(۲)

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، وہ لوگ مشرف باسلام ہو گئے، ان لوگوں کا حسنِ ایمان ہی ہے کہ امام ترمذی نے ان سے روایت بیان کی اور ان لوگوں کی روایات کو حسن قرار دیا۔

(۱)سنن ترمذی، باب: سورۃ اٰل عمران، ابواب تفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ، ج:۲، ص:۱۲۵

(۲)آل عمران:۱۲۸

جامع اصول میں ہے کہ جنگ طائف میں حضرت ابو سفیان کی ایک آنکھ پھوٹ گئی تھی پھر وہ جنگ یرموک تک کانے ہی رہے، پھر جنگ یرموک میں ان کی دوسری آنکھ بھی زخمی ہوگئی تو وہ اندھے ہوگئے اور ۳۴ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔ بعض روایات میں ۳۶ اور بعض میں ۳۱ ہجری کا بھی ذکر ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ امام زمخشری نے اللہ تعالیٰ کے قول "عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً"(۱) (ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ تمھارے اور تمھارے دشمنوں کے درمیان محبت پیدا کردے) کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان کی بیٹی ام حبیبہ سے شادی فرمائی تو ابو سفیان نرم مزاج ہوگئے اور آپ کا جذبۂ انتقام سست، بلکہ ختم ہوگیا۔

امام مسلم رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ مسلمان ابو سفیان کے قریب نہ بیٹھتے تھے اور نہ ان کی طرف نظر کرتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو سفیان نے عرض کی، تین چیزیں آپ مجھے عطا فرمائیں، حضور نے فرمایا ہاں: بتاؤ وہ کیا ہیں؟ عرض کی میرے پاس عرب کی سب سے حسین وجمیل عورت ام حبیبہ ہے، میں آپ کی شادی اس سے کرانا چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا ٹھیک ہے، پھر عرض کی، معاویہ کو آپ اپنا کاتب وحی بنالیں، فرمایا ہاں! ٹھیک ہے، پھر عرض کی، آپ مجھے کفار سے قتال کرنے کا حکم دیں جس طرح کہ میں مسلمانوں سے جنگ کیا کرتا تھا، حضور نے فرمایا ہاں! ٹھیک ہے۔ شرح مسلم میں ہے کہ یہ حدیث محل نظر ہے اس لیے کہ ابو سفیان ۸ھ میں اسلام لائے تھے۔ اور ام حبیبہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی اس سے پہلے ہی ۶ھ میں ہوچکی تھی۔ جمہور کا یہی مذہب ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بعض راویوں کا وہم ہے، اور یہ قول بھی ہے کہ یہ موضوع ومردود ہے۔ ابن زمیل کا خیال ہے کہ اگر ابو سفیان نے یہ سب چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب نہ کی ہوتی تو آپ انھیں یہ سب عطا نہ فرماتے، اس لیے کہ کوئی بھی سوال کیا جاتا، حضور جواباً "ہاں" ہی فرماتے، منع نہ فرماتے۔

(۱) سورۃ ممتحنۃ: ۷

پندرہویں فصل

حضرت ابو سفیان کی بیوی کے چند اوصاف میں

مؤلف مشکوۃ نے فرمایا ام معاویہ فتح مکہ کے دن اپنے شوہر کے اسلام لانے کے بعد مسلمان ہوئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ان کے نکاح پر برقرار رکھا، آپ بڑی فصیح اور عقلمند عورت تھیں، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو ان سے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا،" ام معاویہ نے عرض کی جب میں زمانۂ جاہلیت میں شرک سے راضی نہ ہوئی تو اسلام میں کیسے راضی ہوں گی۔ آپ نے فرمایا "چوری نہ کریں گی،" ام معاویہ نے عرض کی: ابو سفیان بخیل آدمی ہے، مجھے کچھ دیتا نہیں تو حضور نے ارشاد فرمایا: "تم اس کے مال سے اتنا لے لو کہ تیرے اور تیری اولاد کے لیے کافی ہو" پھر حضور نے عورتوں سے فرمایا: "اور زنا نہ کریں" ام معاویہ "ہندہ" نے عرض کی کیا آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے؟ پھر حضور نے فرمایا: "اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں" حضرت ہندہ نے عرض کی، کیا آپ نے ہماری اولاد چھوڑی؟ جنگ بدر میں تو اسے قتل ہی کر ڈالا، ہم نے انھیں بچپن میں پالا اور بڑے ہوتے ہی آپ نے انھیں قتل کر دیا، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے، خلافتِ عمر میں جس دن ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اسی دن آپ نے بھی جانِ جانِ آفریں کے حوالے کر دی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے حدیث کی روایت کی۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی کہ عائشہ فرماتی ہیں کہ ہندہ بنت عتبہ بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا میں کسی ڈیرے (قوم) والوں کا ذلیل و خوار ہونا مجھے اتنا پسند نہ تھا جتنا آپ کے ڈیرے والوں کا (تابعداروں کا) ذلیل ہونا۔ اب آج کے دن (الٹا ہو گیا) ساری زمین کے لوگوں میں کسی ڈیرے والوں کا عزت دار ہونا مجھے اتنا پسند نہیں ہے جتنا آپ کے ڈیرے والوں کا عزت دار ہونا پسند ہے۔ ہندہ نے یہ بھی عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابو

سفیان ایک بہت ہی لالچی اور بخیل آدمی ہے، اگر میں اس کا پیسہ لے کر اپنے بال بچوں کا خرچ چلاؤں تو مجھ پر کوئی گناہ تو نہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا دستور کے مطابق لے لے تو میں سمجھتا ہوں گناہ نہ ہوگا۔ (زیادہ مت لے) یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے۔

وماتوفيقي إلا بالله العلى العظيم

تمّت بالخير

فروغ اہل سنت کے لئے امام اہل سنت کا دس نکاتی پروگرام

1. عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہو۔
2. طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔
3. مدرسین کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں۔
4. طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے، معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔
5. ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و واعظاً و مناظرۃً اشاعت دین و مذہب کریں۔
6. حمایت مذہب ورد بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائی جائیں۔
7. تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیے جائیں۔
8. شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبیٔ اعداء کے لیے اپنی فوجیں میگزین و رسالے بھیجتے رہیں۔
9. جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔
10. آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً و فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔ حدیث کا ارشاد ہے کہ ”آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا“ اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے (فتاوی رضویہ: جلد ۱۲ / ص ۱۳۳)

Published By

MOLANA NAIMUDDIN RAZVI MISBAHI